www.urducouncil.nic.in

مارچ 2021، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہوپاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3 ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
جارج اسٹفنس	محمد خلیل	06
محنت کا پھل	عبدالعزیز عرفان	08
سائنس کی دنیا کے تاجدار میزائل مین ڈاکٹر عبدالکلام	پرویز اشرفی	10
میڈم کیوری کی کامیابی کا راز	مسرت حمزہ لون	14
تعلیم کی اہمیت	ارم نعیم	17
ہندوستانی کرنسی	انس انصاری	20
نظمیں		
پیروڈی	صادق	23
بھارت نیا بنائیں	کوثر صدیقی	24
سمندر کی لہریں	خلیق الزماں نصرت	25
کیا نام بولو تمھارا ہے؟	عطاء الرحمن طارق	26
انسان بنو بچو!	فراق جلال پوری	27
سردی آئی	کے جے قاسم	27
میں نے بلی پالی	حنا شمائم	28
نٹ کا تماشہ	حبیب سیفی	29
دعا	عطیہ نفیس	30
نعت	انصاری محمد اویس فیروز احمد	30
وہ لمحہ	شیبا کوثر	31
کہانیاں		
سرکس اور لاک ڈاؤن	سلیم خان	32
نیند	شاہ تاج	35
یوم والدین	صفیہ بانو اے شیخ	39
صلہ رحمی	روشن آرا	42
پہلا جھوٹ	نیلوفر سعدیہ	44
کھیل/کھلاڑی		
ممبئی انڈینس نے ریکارڈ.....	سید پرویز قیصر	49
ڈراما		
نیا بجٹ	مشتاق کریمی	52
صحت اطفال		
ایک خطرناک مرض	احسان رؤف	55
بچوں کا کتب خانہ		
ننھا شہزادہ	شارب ضیا رحمانی	57
زبان شناسی		
محاورے	برج موہن دتاتریہ کیفی	59
کہکشاں		
چمن چمن کے پھول		60
ننھے فنکار		
وفادار بلی	سارہ خان	61
بچوں کی پینٹنگ		62

بچوں کی دنیا

جلد: 9 شمارہ: 03 مارچ 2021

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم: اجمل سعید

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارتِ تعلیم، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون: 49539000

شعبہ ادارت: 49539009-11

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in

editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی - 110066

فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002

فون: 040-24415194

بچو! آپ اس بات سے تو بخوبی واقف ہوں گے کہ 'کتابیں' ہر فرد کے لیے بہت اہم ہوتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ، ذہن میں کشادگی اور نگاہ میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے کتابوں سے اپنا رشتہ جوڑا، وہ دن بہ دن ترقی کرتے گئے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جنھوں نے کتابوں سے اپنا کوئی تعلق نہ رکھا، وہ جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے۔ کتابوں کی اس درجہ اہمیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ کتابوں کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوں۔

پیارے بچو! اس میں کوئی شک نہیں کہ کتابوں کا مطالعہ ہر شخص کے لیے ضروری ہے، تاہم آپ کے لیے خاص طور سے اس لیے لازمی ہے کہ آپ ابھی طالب علمی کے دور سے گزر رہے ہیں یا پھر لرننگ پروسس میں ہیں، آپ کا ذہن تازہ ہے اور آپ ابھی ذمہ داریوں سے بھی آزاد ہیں، اس لیے زیادہ سے زیادہ کتابوں کے مطالعے کی عادت ڈالیں تاکہ آپ کی نگاہ میں وسعت پیدا ہو جائے اور فکر میں گہرائی۔ البتہ کتابوں کے مطالعہ سے قبل کتابوں کا انتخاب بہت اہم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے اساتذہ، والدین اور اپنے بڑوں سے مشورہ ضرور لیں۔ وہ اچھی کتابوں کے مطالعہ کی طرف آپ کی رہنمائی کریں گے۔

یہ بہت تشویش کی بات ہے کہ آج کل بچّے موبائل اور ٹی وی پر زیادہ وقت صرف کر رہے ہیں اور کتابوں میں کم دلچسپی لے رہے ہیں۔ ٹی وی پر وہ فقط کارٹون چینل ہی نہیں دیکھتے، بلکہ دوسرے تفریحی چینل بھی دیکھتے ہیں جس کے باعث نہ صرف ان کا وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ کتابوں سے ان کا رشتہ بھی کمزور ہو جاتا ہے اور پڑھنے کی عادت پیچھے چھوٹتی چلی جاتی ہے، پھر ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ کتابوں سے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ والدین کو اس بابت بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ ذہن نشین رکھیں کہ موبائل بچہ کے مستقبل کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور اسے مطالعہ سے دور کر سکتا ہے۔

وہ بچے جو مطالعے میں دلچسپی نہیں لیتے ہیں، انھیں کتابوں کی طرف لانے میں والدین اور اساتذہ ایسی تدبیریں اپنائیں کہ وہ کتابوں کا مطالعہ شوق سے کرنے لگیں۔ یہ عمل ناممکن یا بہت مشکل بھی نہیں ہے، آپ کی ذرا سی توجہ اور حکمت عملی بچوں کو کتابوں کے مطالعہ کی طرف لا سکتی ہے۔ جو بچے ہوشیار ہیں، انھیں خود بھی اپنے مستقبل کے لیے فکر مند ہونا چاہیے اور ایسی تمام باتوں اور چیزوں سے گریز کرنا چاہیے جو وقت کی بربادی اور مستقبل کی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

جنوری 2021 کا شمارہ پڑھا۔ بہت معلوماتی شمارہ ہے۔ اس شمارے میں یوم جمہوریہ کے حوالے سے خواجہ عبدالمنتقم کا مضمون '26 جنوری کی اہمیت اور تاریخی پس منظر' بہت معلوماتی ہے۔ آزادی کے تاریخی پس منظر سے واقفیت اس لیے ضروری ہے کہ ہم سب یہ جان سکیں کہ جس آزاد ملک میں ہم سانس لے رہے ہیں، اس کے لیے ہمارے اسلاف کو کتنی قربانیاں دینی پڑیں۔ کیونکہ جب تک ہمیں یہ باتیں معلوم نہ ہوں گی، اس وقت تک ہم کیسے آزادی کی صحیح قدر و قیمت جان سکتے ہیں اور آزادی کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ چھبیس جنوری کے تعلق سے ایک نظم 'کیا خوب ہیں نظارے چھبیس جنوری کے' محمد عادل فراز کی اچھی نظم ہے۔ علاوہ ازیں اس شمارے جن دیگر مضامین، کہانیوں اور نظموں وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے، وہ سب عمدہ ہیں۔ یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے کہ 'بچوں کی دنیا' بچوں کے لیے اچھا مواد فراہم کر رہا ہے جو وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ اس کے لیے مدیر اور قلمکار حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ابوحسان، ٹانڈہ رامپور یوپی

'بچوں کی دنیا' کا شمارہ دیکھ اور پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ دیکھ کر اس لیے کہ یہ شمارہ بہت دیدہ زیب ہے۔ ہر ورق رنگین ہے، کاغذ تو بہت ہی معیاری ہے۔ اس کے علاوہ ہر شمارے کا ٹائٹل بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ پڑھ کر خوشی اس لیے ہوتی ہے کہ اس رسالے میں بہت عمدہ اور معلوماتی مواد شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں مضامین بھی ہوتے ہیں، نظمیں بھی ہوتی ہیں، کہانیاں بھی شائع کی جاتی ہیں اور پینٹنگ بھی۔ بچوں کو تصویروں سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ تصویریں بہت شوق اور دلچسپی سے دیکھتے ہیں اور ان کو اپنے طریقے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے ہر مضمون اور ہر نظم و کہانی کے ساتھ 'بچوں کی دنیا' میں جو تصویریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں، وہ بچوں کی نفسیات کے مطابق ہیں۔ یہ تصویریں بچوں کو رسالہ کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اس حوالے سے ہر شمارے میں پینٹنگ کی اشاعت کی اہمیت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

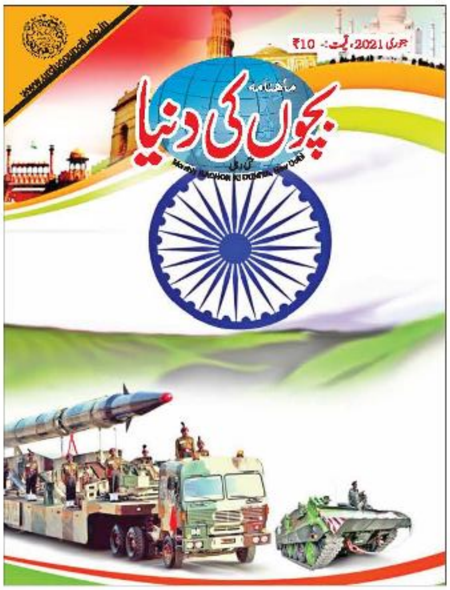

بچوں کی دنیا کے تازہ یعنی جنوری 2021 کے شمارے میں جو مضامین شائع کیے گئے ہیں، وہ سب بچوں کے لیے اہم ہیں۔ ڈاکٹر کلام پر جو مضمون اس شمارے میں شائع کیا گیا ہے، اس سے ڈاکٹر کلام کے بارے میں بہت کچھ جانکاری ہوتی ہے۔ کالم 'نظمیں' کے ذیل میں شائع کی گئیں نظمیں قدرت اور نعتیں، نیٹ کا ہے زمانہ بچو، کیا خوب ہیں نظارے چھبیس جنوری کے، لاک ڈاؤن اور ہم، چھوٹا سا ننھا سا پیارا بچہ، بچوں کے لیے بہت دلچسپ اور اہم ہیں۔ جن بچوں نے بھی ان نظموں کو پڑھا ہوگا، انھیں یقیناً مزہ آیا ہوگا۔ اس شمارے میں شامل سب کہانیاں بھی بچوں کے لیے اہم ہیں۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں مدیر محترم اور لکھنے والے حضرات کو کہ انھوں نے بچوں کے لیے اتنا اچھا مواد فراہم کیا۔

عبداللہ، ذاکر نگر، دہلی

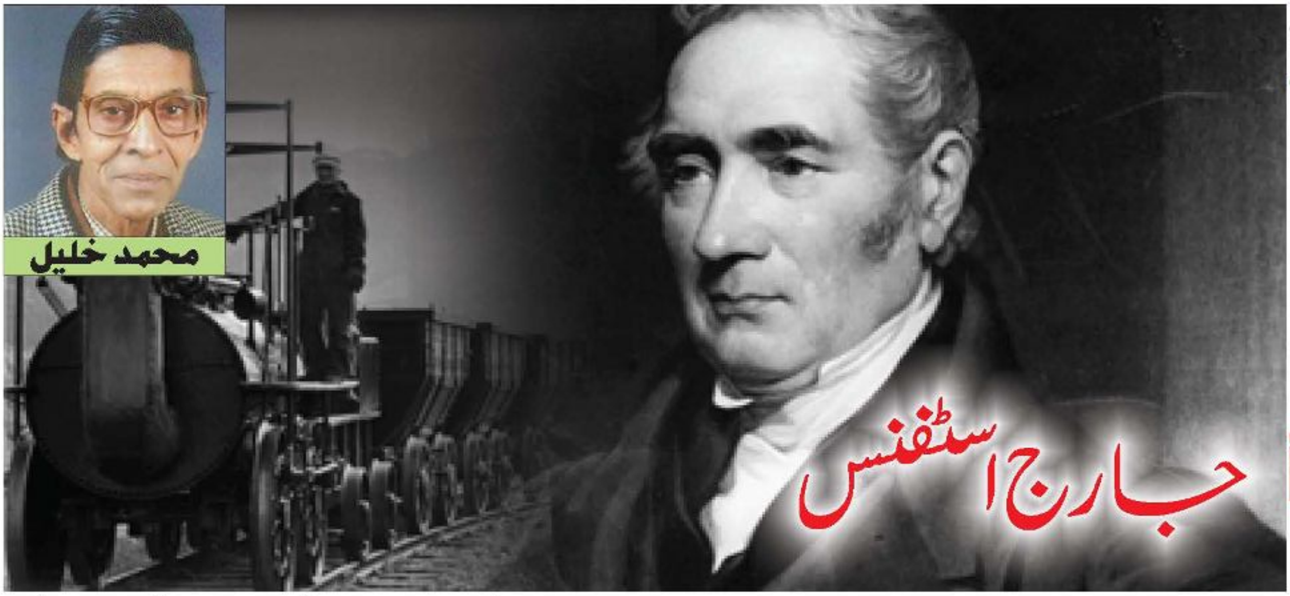

جارج اسٹفنس

محمد خلیل

آج ساری دنیا میں ریل گاڑیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اسے جارج اسٹفنسن نے بنایا تھا۔ وہ پہلے شخص تھے جس نے یہ سوچا کہ ریل گاڑیوں کا استعمال انسان کی سواری کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریل گاڑی کا موجد جارج اسٹفنسن کو سمجھا جاتا ہے۔

وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کوئلے کی کان میں مزدور تھے۔ وہ پمپ کے انجن میں کوئلہ ڈالنے کا کام انجام دیتے تھے۔ ان کی آمدنی بہت کم تھی لیکن وہ اسی کم آمدنی میں بیوی اور چھ بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ جارج جب سات سال کے تھے تو جنگل میں گائے چرایا کرتے تھے۔ بچپن سے ہی انھیں مشینی پرزوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مشینی کھیل میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ پھر چودہ سال کی عمر میں وہ اپنے والد کے ساتھ کان میں کام کرنے جانے لگے۔ لیکن ان کی تنخواہ بہت کم تھی۔ وہ جب انجن میں کوئلے کو ڈالتے تو انجن کا معائنہ بھی بڑے غور سے کرتے رہتے تھے۔ مشین کو دیکھنے سمجھنے میں انھیں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اکثر و بیشتر وہ انجن کی مرمت بھی کرتے تھے۔ ان کے لیے مشینی پرزوں کو نکالنا اور انھیں پھر جوڑنا کوئی مشکل کام نہ تھا اور کچھ ہی دنوں میں انھیں سارے مشینی پرزوں کی معلومات حاصل ہوگئی تھیں۔ بچپن میں وہ تعلیم حاصل نہیں کرسکے کیونکہ ان کے والد بے حد غریب تھے لیکن انھیں پڑھنے لکھنے میں بڑی دلچسپی تھی۔ اس لیے کان میں کام کرنے کے ساتھ انھوں نے پڑھائی لکھائی بھی جاری رکھی کیونکہ وہ پڑھائی کے ذریعے مشینی پرزوں کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ دن میں کان میں کام کرتے اور شام ہوتے ہی پڑھنے کے لیے اسکول پہنچ جاتے۔ ان کا اسکول ہفتے میں تین دن ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے کان کے کاموں کی طرح پڑھائی کے کام کو بھی محنت اور دلچسپی سے کرتے تھے۔ اس طرح انھوں نے بہت کم عرصے میں کافی پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ ان کی ذہانت سے ان کے استاد بخوبی واقف تھے اور انھیں ان پر تعجب ہوتا تھا۔

وہ کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ وقت ہاتھ آنے پر وہ لوگوں کے جوتوں کی مرمت بھی کرتے تھے۔ اس طرح کافی محنت کرکے انھوں نے کچھ روپے جمع کرلیے تھے۔ ان کی شادی کے کچھ دنوں کے بعد ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ ان کے والد کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ اس طرح وہ پریشانیوں

سے گھر گئے تھے اور اکثر پریشان رہتے تھے۔

لیکن قدرت کی مہربانیوں کا کیا کہنا، وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ان ہی دنوں ایک نئی کان کھودی جارہی تھی لیکن کان کے اندر پانی بھر گیا اور کان میں بھرے پانی کو باہر نکالنے کے لیے لوگوں نے پمپ کی مدد لی۔ پمپ کے پھٹنے سے یہ طریقہ کامیاب ثابت نہیں ہوا۔ لوگ مایوسی میں ڈوب گئے لیکن جارج مایوس نہیں ہوئے۔ وہ مشین کی اچھی طرح دیکھ بھال کر کے مشین کو ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کامیابی سے کان میں ان کی شہرت پھیل گئی جس کے نتیجے میں کان کے افسران نے انھیں ایک اچھی نوکری دے دی۔

ان دنوں کوئلے کی کانوں میں ایسی ریل گاڑی استعمال کی جاتی تھی جس کے ذریعے کانوں میں کوئلے کی ڈھلائی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہوا کرتی تھی۔ جارج پر اس ریل گاڑی کا اثر ہوا اور وہ اس کے بارے میں اکثر غور کرنے گے اور ان کے دماغ میں ایک نیا خیال پیدا ہوا جس کے نتیجے میں انھوں نے ایک عمدہ قسم کی ریل گاڑی تیار کرلی۔ جو اس وقت اپنی قسم کی ایک نئی چیز تھی۔ اس ریل گاڑی میں تقریباً آٹھ ڈبے لگے ہوئے تھے۔ وہ ریل گاڑی بوجھ سے لدی ہوئی اونچائی کی جانب ایک گھنٹے میں ایک میل تک کا سفر طے کرتی تھی لیکن اس ریل میں ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ جب چلتی تھی تو اس میں کافی قوت کے ساتھ جھٹکے لگتے تھے جس سے ریل کی پٹری ٹوٹ جاتی تھی۔ لیکن جارج نے اپنی کوششوں سے اس خرابی کو دور کر دیا اور اس کے بعد انھوں نے کئی انجن بنائے اور سبھی انجن پہلے کے انجنوں سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئے۔

انھوں نے 1882 میں پانچ ڈبوں والا ایک نیا بھاپ کا انجن تیار کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ ان کے اس انجن کو ایڈورڈ پینز نامی شخص نے بے حد پسند کیا جو خود دو شہروں کے درمیان عوام کے سفر کے لیے ریل کی سڑک بنانے میں مصروف تھے۔ اس طرح یہ دنیا کی پہلی ریل تھی جو سڑک پر چلائی گئی لیکن عوام نے پینز اور جارج کے اس کام کی مخالفت کی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس ریل کا انجن پھٹ سکتا ہے جس سے جانی اور مالی نقصان ہوگا۔ کچھ دوسرے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ریل کے دھوئیں سے شہر میں کئی قسم کی بیماریاں پھیل سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ اخبارات میں بھی ان دونوں کے اس بڑے کام کی بہت مخالفت کی گئی لیکن وہ دونوں اس کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہے اور اس محنت کا نتیجہ کامیابی کی شکل میں 1885 میں سامنے آیا۔ جب پینز کی تیار کی ہوئی سڑک پر جارج نے اپنی ریل گاڑی چلا کر دکھائی تو ریل کے ڈبوں میں سیکڑوں لوگوں کے علاوہ بڑی مقدار میں کوئلہ بھی لدا ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک گھنٹے میں ریل گاڑی دس میل تک جا پہنچی۔ اس ہلکے اور کارآمد انجن بنانے پر اس وقت جارج کو 75 ہزار روپے کا انعام بھی دیا گیا۔

اب لوگوں کو ریل گاڑی کی اہمیت معلوم ہوگئی اور وقت کے ساتھ ریل گاڑی کے انجن میں بہت سی تبدیلیاں لائی گئیں۔ سب سے پہلے بھاپ کا انجن بنایا گیا پھر ڈیزل سے چلنے والے انجن آئے۔ اس کے بعد بجلی سے چلنے والے انجن نے ان کی جگہ لی۔ انجن میں بہتری لانے کی وجہ سے ہی آج ریل گاڑی موجودہ خوبصورت شکل میں نظر آرہی ہے اور تیزی سے اپنا سفر طے کرتی ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جارج اسٹفنسن کی اس ایجاد سے دنیا کو اس قدر فائدہ پہنچے گا۔

■

Mohammad Khalil
Scientist, H-51, Dr. Iqbal Lane
Batla House, Jamia Nagar
New Deli - 110025
Tell.: 011- 26985491

محنت کا پھل

ڈاکٹر عبدالعزیز عرفان (ایم اے، بی ایڈ، پی ایچ ڈی) معروف ادیب اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آکولہ، خلدآباد، اورنگ آباد کے مختلف اسکولوں اور کالجوں میں انھوں نے تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے بڑوں کے لیے جہاں بہت اہم موضوعات پر کتابیں تحریر کی ہیں وہیں بچوں کے لیے ان کی کتابیں 'آنچل کے ستارے'، 'روشن ستارے'، 'ہمارے نبیﷺ'، 'شمع فروزاں'، 'درخشاں ستارے'، 'آنچل کے چاند ستارے'، ''تحریک آزادی ہند کے چند مجاہدین''، 'تعلیمی جواہر پارے'، 'گلدستہ اطفال' کافی مقبول ہیں۔ ادب اطفال سے انھیں بہ طور خاص دلچسپی ہے اور انھیں بہت سے اعزازات بھی مل چکے ہیں۔

بچو! کسی شاعر نے سچ ہی کہا ہے۔

محنت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کون سا عُقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

اس شعر میں شاعر محنت کی اہمیت کے بارے میں بتا رہا ہے۔ اگر انسان محنت کرے تو وہ کچھ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی کام مشکل اور ناممکن نہیں ہے۔ اور نہ کوئی پیچیدہ مسئلہ ہو سکتا ہے۔ صرف انسان کی مسلسل محنت اور جدوجہد درکار ہے۔ محنت سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ انسان بڑے بڑے کام اور مسئلوں کا حل کر سکتا ہے۔ اس کے لیے محنت ضروری ہے۔ محنت سے زندگی میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

آپ نے روبیہ شیخ نامی لڑکی کا نام سنا ہوگا۔ روبیہ شیخ نے نیٹ 2020 میں ٹاپر پوزیشن حاصل کی ہے۔ 720 میں سے 675 نمبرات لے کر گوا کی ٹاپر بننے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اکتوبر 2020 میں نیٹ (NEET) کا نتیجہ نکلا ہے۔ بہت سے مسلم لڑکے اور لڑکیوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔

بچو! روبیہ شیخ ڈاکٹر بننا چاہتی ہے۔ امسال بارہویں جماعت کا امتحان دیا اور وہ گوا کی سیکنڈ ٹاپر تھی۔ اور اسی سال نیٹ (NEET) اور جی (JEE) کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئی۔ نیٹ میں وہ گوا کی ٹاپر ہے۔

روبیہ واقعی قابل مبارک باد اور قابل ستائش ہے کہ اس لڑکی نے لاک ڈاؤن کے دوران اپنا مطالعہ جاری رکھا۔ اگرچہ دونوں امتحانات نیٹ اور جی موخر کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی روبیہ نے ہمت نہیں ہاری۔ دونوں امتحانات کی پڑھائی جاری رکھی۔ سخت محنت کی اور دونوں امتحانات میں ٹاپر کی حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔

اس کے ساتھ روبیہ اس لئے بھی قابل مبارک باد ہے کہ اس نے نیشنل ٹیلنٹ سرچ امتحان اور وی آئی پی امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔ اس لڑکی نے چاروں امتحان کی تیاری کی اور چاروں میں اچھے نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔

انقلاب ممبئی اور دوسرے اخبارات نے روبیہ سے انٹرویو لیے ہیں۔ بہت سے اخبارات نے انٹرویو شائع کیے ہیں۔ روبیہ شیخ نے اس کے جوابات دیے ہیں۔ اگر آپ بھی

نیٹ امتحان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ٹاپر بننا چاہتے ہیں تو روبیہ شیخ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا ہوگا۔

اس نے سب سے پہلی بات عزم وحوصلہ کی کہی۔ اگر آپ کے ارادوں اور حوصلوں میں پختگی ہوتو کوئی امتحان مشکل نہیں۔اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ رہتی ہے۔

روبیہ کہتی ہے کہ میں نے کالج کی پڑھائی اور ذاتی پڑھائی کر کے ٹیوشن کلاس کے بغیر سخت اور مشکل سمجھے جانے والے ان دونوں امتحانات کو کامیاب کر کے بتا دیا کہ دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے یعنی کامیابی کا یقین رکھیے۔ عزم وحوصلہ کے ساتھ محنت کیجیے۔کامیابی یقینی ہے۔

وہ آگے کامیابی کی شرط کے بارے میں کہتی ہے کہ مضامین میں دلچسپی ہونا بہت ضروری ہے۔ اپنی دلچسپی کے مضامین لے کر مطالعہ کریں۔جن مضامین میں دلچسپی ہوگی، آپ توجہ کے ساتھ مطالعہ کریں گے۔ اس لیے مطالعہ کا شوقین ہونا بھی ضروری ہے۔ مطالعہ سے ہی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لیے نصابی کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔ وہ کہتی ہیں:

میں نے گیارہویں اور بارہویں میں خوب محنت کی۔میں نے سائنس مضامین فزکس، طبعیات، کیمسٹری، میتھس (ریاضی) اور بایولوجی (حیاتیات) میں کافی محنت کی۔ان مضامین میں میری بہت دلچسپی تھی۔اس لیے ان مضامین میں اچھے نمبرات حاصل کیے ہیں۔

جب والدین کے متعلق سوال پوچھا گیا کہ اگر والدین اپنے بچے کو میڈیکل امتحان نیٹ کی تیاری کرانا چاہیں تو انھیں کن باتوں پر توجہ دینی ہوگی؟

والدین بچے کی ذہانت، دلچسپی، شخصیت اور قابلیت کے مطابق اس کے اندر پڑھائی کی اتنی دلچسپی پیدا کر دیں کہ وہ مطالعہ کا شوقین ہو جائے۔

دوسرے یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ اسکولی سطح پر بچے میں فزکس، کیمسٹری، بایولوجی اور میتھس مضامین کی دلچسپی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بغیر پریشر ڈالے ان مضامین کی دلچسپی اور گھر میں ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں۔نویں اور دسویں جماعت کی نصابی کتب کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کی ترغیب دیں۔

بچوں میں جیسے جیسے سائنس مضامین کی دلچسپی بڑھے گی۔ سائنس اور ریاضی جیسے مضامین آسان ہوتے جائیں گے۔ مطالعہ بھی وسیع ہو جائے گا اور بچے بھی آسانی سے ذہن نشین کرلیں گے۔ دلچسپی ،توجہ اور محنت سے بہت زیادہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

روبیہ شیخ نے ایک اہم بات بتائی کہ گیارہویں اور بارہویں جماعت کے دوران میں نے ٹیلی ویژن اور موبائل کو ہاتھ نہیں لگایا۔

کالج میں داخلے کے دوران ہی ہم سے ایک فارم بھروایا گیا تھا جس میں سخت ہدایت تھی کہ طالب علم کا موبائل اور سوشل میڈیا اکاؤنٹ نہیں رہے گا۔

یہ ہیں نیٹ ٹاپر' روبیہ شیخ کے خیالات' جن میں نیٹ میں کامیابی اور اچھے نمبرات حاصل کرنے کے گُر بتائے ہیں۔

حوصلہ اور یقین رکھیں۔ دلچسپی، توجہ، لگن اور محنت کے ساتھ نصابی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ مولانا رومؒ نے بھی کہا ہے۔

''حقیقی کامیابی لگاتار محنت کا نام ہے۔''

■

Dr. Abdul Azeez Irfan
Near Maulana Azad College
National Colony
Plot No.: 34
Aurangabad - 431001 (Maharashtra)
Mob.: 9890204715

سائنس کی دنیا کے تاجدار ’میزائل مین‘ ڈاکٹر عبدالکلام

پرویز اشرفی

پرویز اشرفی کا تعلق بہار کے تاریخی شہر سہسرام سے ہے۔ وہ مشہور و معروف افسانہ نگار ہیں۔ آخری پڑاو کا کرب‘، ’رو پڑا آسمان‘، ’ماں کی آنکھ سے ٹپکتا آنسو‘ ان کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ ’عہد وسطیٰ میں ہندوستان کے مسلم حکمراں‘ ان کی بہت اہم کتاب ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں، خاص طور پر بچوں کی تاریخی سیریز اورنگ زیب عالمگیر، علاء الدین خلجی، شیر شاہ سوری، بہادر شاہ ظفر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بچوں کے لیے نصیحت آموز اور تاریخی کہانیوں کے مجموعے ’گل مہر کا درخت‘، ’اقصیٰ کے دادو کی تاریخی کہانیاں‘ اور ’سب سے بڑا کون‘ کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ غریبی کے بطن سے ایسے پھول بھی کھلتے ہیں جس کی خوشبو سے سارا عالم معطر ہو جاتا ہے۔ انھیں پھولوں میں سے ایک پھول ریاست تمل ناڈو کے شہر رامیشورم کے گاؤں دھنش کوڈی میں 15/اکتوبر 1931 میں کھِلا۔ جس کا نام ابوالفاخر زین العابدین عبدالکلام تھا۔ ہم سب انھیں اے پی جے عبدالکلام کے نام سے جانتے ہیں۔ اس موقعے پر میر کا ایک شعر یاد آ گیا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

10/شوال المکرّم 1436ھ مطابق 27/جولائی 2015 شام کے سات بج کر پینتالیس منٹ پر ان کے انتقال کی خبر کی تصدیق ہوئی۔ ’میزائل مین‘ اور ’عوام کے صدر‘ کے طور پر مقبول رہے سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر اے. پی. جے. عبدالکلام شیلانگ کے آئی آئی ایم میں شام قریب 6:30 بجے لکچر دینے کے دوران گر گئے، گرنے کے بعد نازک حالت میں بیتھنی اسپتال کے ICU میں داخل کرایا گیا، لیکن وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ عبدالکلام نے آخری ٹوئٹ میں لکھا تھا ’’زندگی جینے کے قابل سیّارے پر آئی آئی ایم میں کلاس لینے کے لیے

شیلانگ جارہا ہوں۔'' اور پھر ہندوستان کا مایہ ناز سپوت ہمیشہ کے لیے ملک عدم روانہ ہوگیا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جب کوئی بڑا درخت گرتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی موت ایک عرصے تک خالی پن کا احساس کراتی ہے۔ عبدالکلام ایسے ہی ایک عظیم درخت تھے جن کی موت پر صدیاں گزرنے کے بعد بھی لوگ افسوس کرتے رہیں گے۔

کئی سال قبل جب وہ صدر جمہوریہ تھے، بہار کے شہر مونگیر گئے تھے، جو راقم الحروف کی جائے پیدائش بھی ہے، خاص طور سے خانقاہ رحمانی گئے، وہاں کے طلبہ سے ملے ان سے قرآنی آیات سنیں اور ان کے ترجمے بھی سنتے رہے۔ یہ عبد الکلام کے قرآن و اسلام کے مطالعے کا بہترین منظر نامہ تھا۔ قرآن کی حقانیت وعظمت کا اعتراف وہ شخص کررہا تھا جو سائنس کی دُنیا کا تاج دار تھا۔

عبدالکلام کے والدین غریب تھے۔ ان کے والد کا نام زین العابدین تھا۔ تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن باکردار انسان تھے۔ انھیں اپنے حلقے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ کشتی تیار کرکے مچھیروں کو کرایہ پر دیتے تھے۔ یہی ان کا پیشہ تھا، جس سے گزر بسر ہوتی تھی۔ عبدالکلام کی والدہ کا نام عائشہ تھا، جو ایک غریب پرور اور دین دار خاتون تھیں۔ گاؤں کے لوگوں کی مدد کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا ان کا معمول تھا۔ عبد الکلام زمین پر بیٹھ کر چاول، دال اور ناریل کی چٹنی کھانا پسند کرتے تھے۔ والد پنجگانہ نماز ادا کرتے اور عبدالکلام بھی ان کے ساتھ مسجد جاتے تھے۔

دس سال کی عمر میں سائیکل پر اخبار فروخت کرنے لگے۔ جب کلام کی تعلیم جاری تھی اُس وقت ان کو پرائمری درجہ میں دوسرے بچوں سے الگ بٹھایا جاتا تھا۔ یہ بات انھیں ناگوار گزری تھی اس لیے ان کا داخلہ بعد میں رومن کیتھولک ہائی اسکول میں کرادیا گیا۔ سائنس اور ریاضی ان کے پسندیدہ مضامین تھے۔ انسان میں جب کچھ کرگزرنے کا جذبہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ بھی نکال دیتا ہے۔ عبدالکلام کے بہنوئی جلال الدین تعلیم یافتہ شخص تھے۔ وہ کلام کو ہمیشہ اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کرتے۔ اکثر دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے قصے سناتے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عبدالکلام کی زندگی میں تبدیلی آنے لگی۔ وہ سائنسی ایجاد اور ادب کا گہرا مطالعہ کرنے لگے۔ گاندھی جی اور محمد علی جوہر کی سرگرمیوں کے بارے میں مضامین پڑھتے۔ رامیشورم کے ایک شخص کے ذاتی کتب خانے سے استفادہ کرتے اور ان سے سائنسی ایجادات وطبی دُنیا کے موضوع پر بات چیت کرتے۔

بچپن میں وہ املی کا بیج جمع کرکے بازار میں فروخت کرتے اور روزانہ ایک آنہ (موجودہ وقت میں کل چھ پیسے) کمایا کرتے۔ اپنے والد سے انھوں نے ایمانداری، منظم زندگی اور دینی تعلیم حاصل کی اور والدہ سے رحم دلی کا جذبہ سیکھا۔ ان کے دوست برہمن تھے۔ اس کے باوجود عبد الکلام اور برہمن دوست کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا۔ عبد الکلام درجہ میں ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھتے اور اساتذہ کے ذریعے دی جانے والی تربیت وعلم کو توجہ سے سنتے۔ انسانی حقوق پامال نہ ہوں، یہ جذبہ بچپن ہی سے ان کے اندر تھا۔ ایک مشفق استاد کے مشورے پر رام ناتھ پورم چلے گئے اور اونچی تعلیم میں مشغول ہوگئے۔

عبدالکلام کے فکر کی پرواز سمندری بگلوں کو اونچائی پر جاتے ہوئے یہ سوچتی کہ کیا وہ بھی ان بگلوں کی طرح ہوا میں اُڑ سکتے ہیں؟ ایک وقت ایسا بھی آیا جب انجینئرنگ کالج میں داخلہ کے لیے والد کے پاس اتنی وسعت نہ تھی کہ فیس دے سکیں۔ اُس وقت عبدالکلام کی بہن نے اپنی سونے کی چوڑیاں

گروی رکھ کر عبدالکلام کا داخلہ کرایا تھا۔ عبدالکلام نے بھی بہن کی اُس قربانی وایثار کا بہتر جواب دیا۔ اپنی پہلی تنخواہ سے بہن کے زیورات گروی سے چھڑا کر واپس کر دیے۔

ایک اولو العزم لڑکا جو کبھی سمندر کے کنارے پرواز کرتے بگلوں کو دیکھ کر آسمان کی اونچائی میں نئی منزل تلاش کرنا چاہتا تھا وہ بلند حوصلہ اور پختہ ارادہ کی بدولت بھارت میں میزائل کا موجد بنا اور ملک کے دفاعی نظام کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ راکٹ لانچنگ تکنیک سیکھنے کے لیے حکومت ہند نے انھیں امریکا بھیجا جہاں 'ناسا' (NASA) کا ساؤنڈنگ راکٹ پروگرام چل رہا تھا۔ یہیں ایک تصویر (Painting) لگی تھی جس میں سیاہ رنگ کے لباس میں فوجی راکٹوں کو داغتے ہوئے دکھائے گئے تھے۔ اُس پینٹنگ کے بارے میں جب عبدالکلام نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ 'شیر میسور' ٹیپو سلطان کے سپاہی ہیں، اُس وقت کے راکٹوں کا استعمال کرتے دکھائے گئے ہیں۔ فتح علی ٹیپو نے اُس وقت انگریزوں کے خلاف جنگ میں پہلی بار میزائل کا استعمال کیا تھا، جسے 'تغرک' کہا جاتا تھا۔ یہ سن کر عبدالکلام کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا کہ شیر میسور ٹیپو سلطان کے راکٹ علم کو امریکا کے NASA نے اتنی عزت دی ہے۔

آج ہمارا ملک دُنیا کے نقشے میں ایک ایٹمی طاقت ہے، جو عبدالکلام جیسے اولوالعزم فرزند کی محنت کا پھل ہے۔ انھوں نے ٹیپو سلطان کی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے پرتھوی، آکاش، ترشول، اگنی، برہموس نام سے کئی میزائل تیار کیے اور کامیاب تجربے کیے۔ 23/مئی 1989 کو صبح 7/بجکر 10/منٹ پر 'اگنی' میزائل گڑگڑاتا ہوا اُٹھا اور چھ سو کلومیٹر فی سیکنڈ کی شاندار اُڑان سے سب کا دل جیتنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس موقعے پر عبدالکلام صاحب نے کہا تھا:

''اس کامیابی میں اللہ ہے۔ اس خوبصورت زمین پر خدا کی تخلیق کی ہوئی ہر شئے کسی خاص کام کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ میں نے زندگی میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور مرضی شامل ہے۔ اللہ نے مجھ پر اپنا خاص کرم کیا ہے۔''

ہندوستان میں اب تک 13/لوگ صدر جمہوریہ کے عہدے پر فائز ہو چکے ہیں لیکن یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جتنی مقبولیت اے پی جے عبدالکلام کو ملی اُتنی کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔

وہ ملک کے ایسے صدر جمہوریہ قرار پائے جنھوں نے اپنے پانچ سال کے دور اقتدار میں پچاس لوگوں کو پھانسی دیے جانے کی سفارش کو دوبارہ غور کرنے کے لیے واپس کیا۔ اپنے پانچ سال کے دوران صرف ایک قیدی کی موت کے پروانے پر دستخط کیے۔

دنیا میں عمر کے آخری دور تک سرگرم رہنے والے بہت سے لوگ مل جائیں گے لیکن آخری سانس تک سرگرم رہنے

والوں کی تعداد خال خال ہی ہوگی۔ ڈاکٹر عبدالکلام ایسے شخص تھے جو آخری سانس تک مصروف عمل رہے اور موت کے فرشتے نے ایک ایسے وقت میں انھیں آواز دی جب وہ طلبہ سے خطاب کر رہے تھے۔ سابق صدر جمہوریہ بھارت رتن ڈاکٹر ابو الفاخر زین العابدین عبدالکلام اب اس دُنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی فکر ہمارے لیے مشعل راہ ہونی چاہیے۔ ملک کے ہر پسماندہ طبقے میں وہ عزم و حوصلہ بیدار ہونا چاہیے جس کی نشاندہی عبدالکلام کر گئے ہیں۔ ''زندگی شکست خوردہ ہو کر بیٹھ جانے کا نام نہیں بلکہ عزم و حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنے کا نام ہے۔'' یہ بات بالخصوص ہمارے نوجوانوں کو ذہن نشیں کر لینی چاہیے۔

اے پی جے عبد الکلام کے اقوال:

- چوٹی تک پہنچنے کے لیے طاقت کی ضرورت ہے خواہ ماؤنٹ ایوریسٹ کی چوٹی ہو یا آپ کے پیشے کی۔
مصنوعی خوشی کے بجائے ٹھوس کامیابیوں کے لیے خود کو وقف کر دیجیے۔
- انگریزی ضروری ہے کیوں کہ موجودہ دور میں سائنس کے بنیادی کام انگریزی میں ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اگلی دو دہائیوں میں سائنس کے اصل کام ہماری زبانوں میں آنے شروع ہو جائیں گے، تب ہم جاپانیوں کی طرح آگے بڑھ سکیں گے۔
- اگر کسی ملک کو بدعنوانی سے آزاد اور خوبصورت دماغ لوگوں کا ملک بنانا ہے تو میرا پختہ خیال ہے کہ معاشرے کے تین اہم رکن یہ کر سکتے ہیں۔ ''والد، ماں اور استاد۔''
- اگر ہم آزاد نہیں ہیں تو کوئی بھی ہمارا احترام نہیں کرے گا۔
- ہندوستان میں ہم صرف موت، بیماری، دہشت گردی اور جرائم کے بارے میں پڑھتے ہیں۔
- آیئے ہم آج کو قربان کر دیں تا کہ ہمارے بچوں کا کل بہتر ہو سکے۔
- کسی بھی مذہب میں اپنے مذہب کو برقرار رکھنے اور بڑھانے کے لیے دوسروں کو مارنے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔
- ہمیں بتایئے یہاں کا میڈیا اتنا منفی کیوں ہے؟ ہندوستان میں ہم اپنی نیکیوں، اپنی کامیابیوں کو ظاہر کرنے سے اتنا شرماتے کیوں ہیں۔ ہم ایک عظیم قوم ہیں، ہمارے پاس کامیابی کی بہت ساری داستانیں ہیں، لیکن ہم ان کو قبول نہیں کرتے۔ کیوں؟
- آسمان کی طرف دیکھیے۔ ہم اکیلے نہیں ہیں، ساری کائنات ہمارے ساتھ ہے، جو لوگ خواب دیکھتے ہیں اور محنت کرتے ہیں اوپر والا انھیں اس کا صلہ دینے کی تیاری میں ہے۔
- اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے اس کے تئیں مکمل طور پر وفادار ہونا پڑے گا۔
- عظیم خواب دیکھنے والوں کے خواب ہمیشہ پورے ہوتے ہیں۔ (ماخوذ)

آیئے ہم سب عہد کریں کہ سابق صدر جمہوریہ مرحوم عبدالکلام کی طرح پرعزم طریقے پر چل کر اللہ کی اس سرزمین کو علم و امن کا گہوارہ بنائیں گے۔ یہی سچا خراج عقیدت ہوگا۔!!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

■

Parwez Alam
D-321, Dawat Nagar
Abul Fazl Enclave , Jamia Nagar, Okhla
New Delhi - 110025
Mob. : 9990129128
E-mail: parwezashrafi1955@gmail.com

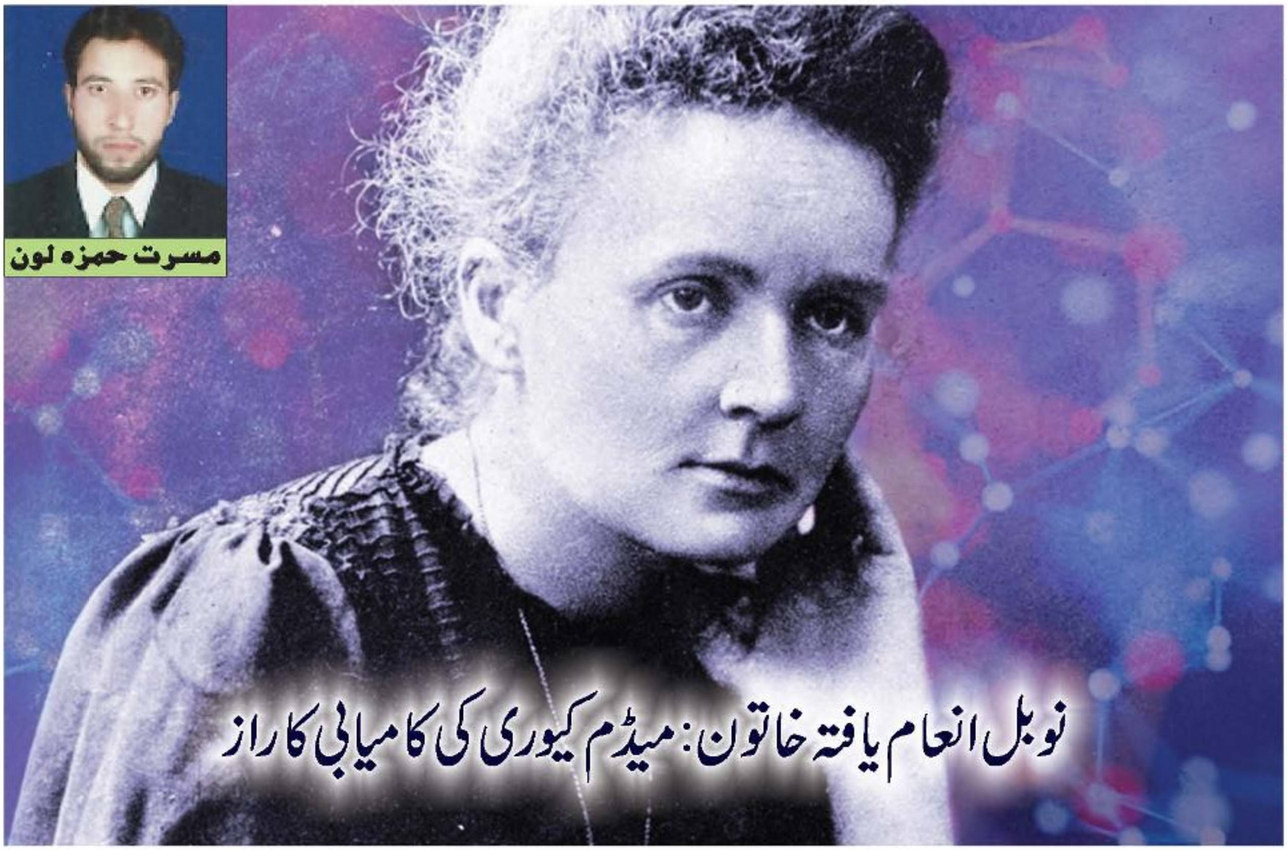

مسرت حمزہ لون

نوبل انعام یافتہ خاتون: میڈم کیوری کی کامیابی کا راز

زندگی پھولوں کی سیج نہیں جس پر آرام سے سو کر انسان وقت گزاری کرے، بلکہ زندگی کانٹوں بھری وہ شاہراہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی منزل مقصود کو جا پہنچتا ہے۔

نوبل پرائز کی تاریخ میں ایک ایسا نام بھی موجود ہے جس نے بھوک پیاس برداشت کر کے اپنی زندگی کو انسانی فلاح کے لیے وقف کردیا۔ وہ نام ہے مادام کیوری کا جس نے دو مرتبہ نوبل پرائز حاصل کیا، لیکن دولت کو انسانی خدمت پر ترجیح نہیں دی۔ مادام کیوری کی زندگی ''بھوک پیاس اور حادثوں کی کھلی کتاب ہے۔ اس کی زندگی میں ایک ایسا حادثہ پیش آیا، جس نے اسے اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کردیا۔ اکثر بھوک کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتی، جب ہوش آتا تو وہ پھر سے مطالعہ شروع کر دیتی۔ اس نے اپنی محنت کے آگے بھوک، پیاس، مفلسی اور بیماری کی ایک نہ چلنے دی۔

پولینڈ کے ایک چھوٹے سے قصبے وارسا کو ایک چھوٹی سی لڑکی ماریا سکوڈووسکا تھی، جو بعد میں مادام کیوری کے نام سے مشہور ہوئی۔ وہ 7/نومبر 1867 میں پیدا ہوئیں اور وفات 4/جولائی 1934 کو پائی۔ ماریا یعنی مادام کیوری ایک منکسر المزاج لڑکی تھی۔ بڑی محنتی اور خوددار تھی۔ بچپن ہی سے اس کو سائنس سے دلچسپی تھی۔ لیکن غریبی کی وجہ سے اس کا باپ اسے کالج نہیں بھیج سکا۔ اس لیے مادام کیوری کو 19/برس کی عمر میں ایک مالدار خاندان کی دس سالہ بچی کو پڑھا کر کالج کی تعلیم کے لیے روپے کا انتظام کرنا پڑا۔ ایک دن اُسی گھر میں چھوٹی بچی کا بڑا بھائی ماریا میں دلچسپی لینے لگا اور وہ بھی اس کی طرف مائل ہوگئی۔ چنانچہ دونوں نے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کر دی، مگر اس رئیس زادے کے گھر والوں نے مادام کیوری کو اس وجہ سے ٹھکرا دیا کہ یہ ان کے گھر میں ایک ملازمہ ہے اور یہ اس گھر کی بہو نہیں بن سکتی۔ اس لڑکے کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اس نے ماریا کا کان پکڑا اور پورچ میں لا کھڑا کیا

اس نے آواز دے کر سارے نوکر جمع کیے اور چلا کر کہا دیکھو یہ لڑکی جس کے پاس پہننے کے لیے صرف ایک کپڑا ہے جس کے جوتوں کے تلووں میں سوراخ ہیں اور جسے 24 گھنٹے میں صرف ایک بار اچھا کھانا نصیب ہوتا ہے اور وہ بھی ہمارے گھر سے، یہ لڑکی میرے بیٹے کی بیوی بننا چاہتی ہے۔ یہ میری بہو کہلانے کی خواہش پال رہی ہے تمام نوکروں نے قہقہہ لگایا اور خاتون دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔ یہ واقعہ مادام کیوری پر بجلی بن کے گرا۔ ماریا کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے اُوپر تیزاب کی بالٹی الٹ دی ہو۔ اُس دن اُسے احساس ہوا کہ وہ ایک غریب لڑکی ہے، وہ توہین کے شدید احساس میں گرفتار ہوگئی اور اس نے پورچ میں کھڑے کھڑے فیصلہ کیا کہ وہ زندگی میں اتنی عزت اتنی شہرت کمائے گی کہ پورا پولینڈ اس کے نام سے پہچانا جائے گا۔ اس نے گھر چھوڑ کر یونیورسٹی جوائن کر لی۔ اپنے دل سے شادی کا خیال نکال دیا اور خود کو سائنس کے میدان میں اعلیٰ خدمات سرانجام دینے کے لیے وقف کر دیا۔

ماریا 24 سال کی عمر میں 1891 میں سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لیے پیرس فرانس منتقل ہوگئی۔ اعلیٰ تعلیم اور تمام تر سائنسی تحقیق پیرس ہی میں کی اور فرانس کی شہریت اختیار کر لی۔ یہاں یہ وہ سائنس میں ایم.ایس.سی کے امتحان کی تیاری کرنے لگی۔ وہ دن میں بیس گھنٹے پڑھتی تھی۔ اس کا زیادہ وقت یونیورسٹی کی تجربہ گاہ میں ہی گزرتا۔ وہ تجربہ گاہ کی بھٹی میں مٹی کے برتنوں میں کوئی نہ کوئی دھات پگھلا کر تجربہ میں مشغول رہتی۔ اس کے چہرے پر کبھی امید کی چمک آجاتی اور کبھی نا امیدی کی جھلک، لیکن وہ پھر نئے حوصلے کے ساتھ اپنے کام میں لگ جاتی۔

پیرس میں مادام کیوری کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے اخراجات کے واسطے کچھ کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ اس کی زندگی بہت سادہ تھی۔ وہ ایک معمولی کمرے میں رہتی تھی، جس میں کسی قسم کی آسائش یا آرائش کا سامان نہ تھا۔ جس کمرے میں مادام کیوری مطالعہ اور تحقیق کرتی تھی وہ بجلی اور گیس کی سہولیات سے عاری تھا۔ اس کے پاس اتنا وافر بجٹ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنا کمرہ گرم رکھ سکے۔ کئی کئی ہفتے وہ صرف ڈبل روٹی اور پانی پر گزارا کرتی، مگر اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹی۔ اس کی سائنس داں بننے کی خواہش پوری ہو رہی تھی۔ اس زمانے میں یہ سب باتیں کسی عورت کے لیے باعث عزت تھیں۔ اسی دوران ماریا کی شادی پیرس میں ہی پروفیسر کیوری سے ہوئی اور وہ مادام کیوری کہلائیں۔

پروفیسر کیوری کو بھی سائنس سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ بھی اپنی بیوی کی طرح محنتی تھے۔ اُس زمانے میں سائنس جیسے مضمون میں لڑکیوں کو کم ہی دلچسپی ہوتی تھی۔ لہٰذا پروفیسر کیوری اپنی بیوی کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُس زمانے میں یورینیم کے بارے میں طرح طرح کے تجربات کیے جا رہے تھے۔ کچے یورینیم سے ایک قسم کی روشنی کی کرنیں نکلتی ہیں، لیکن اس وقت تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کرنیں کیا ہیں اور ان کا کیا استعمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مادام کیوری اور ان کے شوہر نے ان کرنوں کا راز معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ان دونوں نے مل کر سائنس کے میدان میں خدمات سرانجام دیے۔ مادام کیوری کو یقین تھا کہ یہ کرنیں ضرور کوئی نیا جوہر ہیں۔ اس لیے وہ دونوں اس جوہر کو کچے یورینیم سے الگ کرنے کے واسطے تجربوں میں مشغول ہو گئے۔ آخر کار 1902 میں اُن کی محنت رنگ لائی اور انھوں نے ایک نیا دھات تیار کیا۔ یہ نیا جوہر 'ریڈیم' Radium تھا۔ ریڈیم کی دریافت نے مادام کیوری کو شہرت، دولت اور ناموری کی بلندیوں پر لا کر

کھڑا کر دیا۔ اب دنیا میں اس سائنسداں خاتون کا نام پھیل گیا۔ اگلے سال 1903 میں انھیں طبیعیات (Physics) کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دینے کی غرض سے دنیا کا سب سے بڑا انعام 'نوبل پرائز' عطا کیا گیا۔ پھر 1911 میں کیمسٹری Chemistry کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دینے کی غرض سے اسے نوبل پرائز سے نوازا گیا۔ آپ واحد فرد ہیں جنھوں نے سائنس کے دو مختلف شعبوں (طبیعات اور کیمیا) میں نوبل انعام حاصل کیے۔

ریڈیم (Radium) ایک بہت ہی کارآمد جوہر ہے۔ یہ بہت سی مہلک بیماریوں کے علاج میں کام آتا ہے۔ اس کی دریافت سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور مہلک بیماریوں پر قابو پانے کی صلاحیت انسان میں پیدا ہوگئی۔ ریڈیم جیسے کارآمد اور مشکل سے حاصل ہونے والے جوہر کی تلاش کے لیے ساری دنیا مادام کیوری اور ان کے شوہر پروفیسر کیوری کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔

یہ ریڈیم کینسر کے لاکھوں کروڑوں مریضوں کے لیے زندگی کا پیغام لے کر آئی، ہم آج جسے شعاؤں کا علاج کہتے ہیں یہ ماریا ہی کی ایجاد تھی۔ اگر وہ لڑکی چار سال تک لوہا نہ پگھلاتی تو آج کینسر کے تمام مریض مرجاتے۔ یہ لڑکی دنیا کی واحد سائنس داں تھی جسے زندگی میں دوبار نوبل پرائز ملا جس کی زندگی پر تقریباً 30 فلمیں اور سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور جس کی وجہ سے آج سائنس کے طالب علم پولینڈ کا نام آنے پر سر سے ٹوپی اتار دیتے ہیں۔ جب دنیا نے مادام کیوری کو اس ایجاد کے بدلے اربوں ڈالر کی پیش کش کی تو اس نے پتہ ہے، کیا کہا؟ اس نے کہا میں یہ دریافت صرف اس کمپنی کو دوں گی جو پولینڈ کی ایک بوڑھی عورت کا مفت علاج کرے گی۔ جی ہاں! وہ امیر پولش عورت جس نے کبھی کیوری کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا تھا، وہ اس وقت کینسر کے مرض میں مبتلا ہو چکی تھی اور وہ اس وقت بستر مرگ پر پڑی تھی...!!

حاصل کلام: میڈم کیوری کی کامیابی کا راز

مادام کیوری وقت کی قدر کرنے والی تھی۔ اور وقت نے اس کی قدر کی۔ وقت کا درست استعمال، مسلسل جدوجہد، محنت اور لگن سے کام کر کے اُس نے ثابت کر دیا، کہ زندگی میں کوئی بھی چیز ناممکن نہیں۔ کتنی عظیم ہے مادام کیوری۔ انسانوں کے نزدیک زندگی اس شمع کی مانند نہیں جو ایک مختصر مدت تک باہم روشنی پہنچا کر اپنے وجود سے ہاتھ دو بیٹھی ہے بلکہ زندگی اس مشعل کی مانند ہے جس سے وہ آنے والی نسلیں بھی روشنی سے ہمکنار ہو جائیں۔

مادام کیوری ایک غریب، محنتی اور جفاکش خاتون تھی۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ زندگی ایک سخت ترین اور مشکل ترین سکول ہے۔ اس میں آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کی کلاس کب ختم ہوگی اور آپ کا اگلا امتحان کب ہوگا۔ آپ اس زندگی کے امتحان میں کسی سے دھوکہ دہی بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس امتحان میں سب کے سوالات مختلف ہیں۔ ہر کسی کو اپنے سوالوں کے جوابات تیار کرنے ہیں۔ وہ زندگی کو ایک امتحان قرار دیتی تھی۔ جس طرح وہ اس زندگی کے بارے میں سوچتی تھی، اسی طرح اس کی تیاری کی۔ جب وہ زندہ تھی تو اس کی تیاری میں تھی۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئی تو سرخرو ہو کر گئی۔

■

Masrat Hamzah Lone
Kashmir R/O: Thaggund Rafiabad
Baramulla
District: Baramulla, Tehsil: watergam
Post Office: Chatloora- 193301(J&K)
Contact: 7780952197

ارم نعیم

تعلیم کی اہمیت

پیارے بچو! ہم آپ کو بتانے جا رہیں ہے کہ اسلام میں تعلیم کی کس قدر اہمیت وافادیت بیان کی گئی ہے اور اس پیغام کو واضح کرنے کے لیے ہم چند واقعات کا ذکر کریں گے کہ کس طرح ابتدا ہی سے اسلام میں تعلیم اور طلباء دونوں کو کتنے اعلیٰ مقام سے سرفراز کیا گیا۔ ہم سب اسلام کا مرکز ومحور جس کتاب کو مانتے ہیں اسے 'قرآن مجید' کہتے ہیں، جب خداوند عالم نے اس کتاب کو اپنے پیغمبر حضرت محمدؐ پر نازل کرنے کا ارادہ کیا، اور اس دُنیا میں فرشتوں کے ذریعے سب سے پہلی وحی بھیجی گئی، تو اللہ نے اپنے محبوبؐ سے اولاً جس چیز کی خواہش کی وہ یہی تھی کہ وہ پڑھیں، چنانچہ جب آنحضرتؐ غارِ حرا کے اندر عبادت میں مصروف تھے تو وہاں پہلے پہل قرآن کی اسی آیت کا نزول ہوا۔

اِقرأ با سمِ رَبّکَ الّذیٰ خلَقَ.

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

پھر ایک اور آیت میں اللہ نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ یہ پیغام ہم تک پہنچایا کہ اسکے بندے بارگاہِ خداوندی میں اپنے علم میں وسعت کی دُعا طلب کریں:

وَقُل رَّبِّ زِدنیِ عِلماً

ترجمہ: اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

علم حاصل کرنے کی ترغیب حدیث میں بھی دی گئی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

پھر فرمایا کہ:

''علم مسلمان کا دوست ہے، عقل اِس کی رہنما ہے اور عمل اُس کی قیمت ہے۔'' (بیہقی)

ایک اور موقعے پر فرمایا:

''جو شخص علم کی جستجو میں نکلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔'' (ترمذی)

اس کے علاوہ تاریخِ اسلام کی گراں قدر شخصیات نے علم کے لیے دور دراز کے ملکوں کی مسافت طے کی۔ ہم یہاں چند کا ذکر کرتے ہے۔

عبدالقادر جیلانی: ابھی آپ چند برس کے تھے کہ آپ کے والد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، والد کی غیر موجودگی میں ماں نے خود بھی تعلیم دی اور جیلان میں ابتدائی تعلیم دلوائی، جب یہ شوق اور پروان چڑھا تو ننھے عبدالقادر نے خود اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنی والدہ سے جیلان سے بغداد جانے کی اجازت چاہی، ابتداً ماں نے جدائی کے سبب اجازت نہ دی، لیکن علم کے لیے ان کے ذوق وشوق کو دیکھا تو یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ اگر اسکا سبب علم حاصل کرنا ہے تو میں تمہارے راستے میں حائل نہ ہونا چاہتی، دوران سفر ماں نے مصارف

کے لیے ان کے کپڑے میں چالیس دینار سی دیے اور جاتے وقت انہیں یہ نصیحت کی کہ بیٹا کتنی بھی دشواری پیش آئے مگر جھوٹ نہ بولنا۔ دورانِ سفر راستے میں ڈاکوؤں نے انکے قافلے پر حملہ کیا سب کا مال لوٹ کر جب اِن سے پوچھا گیا کہ لڑکے تمہارے پاس کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میرے کپڑے میں سلے ہوئے ہیں، ڈاکوؤں کو لگا کہ یہ مذاق کر رہے ہیں مگر جب انھیں اپنی بات پر قائم دیکھا تو متعجب ہوئے اور انھیں اپنے سردار کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا، سردار نے ان کے جیب کی تلاشی لی تو ان کے کہنے کے مطابق چالیس دینار پائے، اور جب ان سے سچ بولنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ " والدہ نے گھر سے نکلتے وقت نصیحت کی تھی کہ کسی بھی حال میں جھوٹ نہ بولنا"، سردار کو یہ بات اس قدر پسند آئی کہ ان کی صداقت وایمانداری کو دیکھ کر سب ڈاکو اسی وقت ایمان لے آئے اور ان سب نے چوری سے توبہ کر لی۔

پیارے بچو! یہ کتنا سبق آموز واقعہ ہے کہ جہاں علم حاصل کرنے تک ہی دنیا محدود نہ ہوتی تھی بلکہ اس علم پر عامل بھی ہوا جاتا تھا۔ ماں کی نصیحت اور اپنے کیے وعدے کا اس قدر پاس تھا کہ اتنی بڑی مصیبت میں بھی وہ جھوٹ نہ بولے، ہمیں بھی اس سے درس لینا چاہیے۔

اسی طرح مشہور زمانہ واقعہ ہے کہ شیخ فرید جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے چاہا کہ آپ نماز کے پابند ہو جائیں، بیٹے کو شکّر بہت پسند تھی تو ماں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ نماز سے قبل اِنکے مُصلّے کے نیچے شکّر کی پُڑیا رکھ دیا کرتی، یہ نماز سے فارغ ہو کر مُصلیٰ اٹھاتے تو شکّر پا کر خوش ہوتے اسی شوق میں نمازی ہو گئے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ کسی کام کے سبب گھر سے باہر تھیں اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا اور آپ کی ماں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں نے فرید کے مُصلّے کے نیچے شکّر نہیں رکھی کہیں ایسا نہ ہو کہ آج وہ بعد نماز شکر نہ پائے اور نماز کی جانب سے اس کا دل بدل جائے جب آپ گھر پہنچیں تو ان سے نماز کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا جی پڑھ لی اور جوں ہی شکّر کے بارے میں کہنا چاہا اس سے قبل آپ نے جواب دیا کہ امی جان آج کی شکّر میں جو لطف و مزا آیا وہ اس سے پہلے کبھی نہ ملا، آپ کی ماں پر یہ راز عیاں ہو گیا کہ یہ یقیناً اللہ کی جانب سے تھی، اور اُن کے یہی فرزند بعد میں بابا شیخ فریدالدین گنج شکر کہلائے، جن کے مقام و کارناموں سے دنیا واقف ہے۔

پیارے بچو! اسلام میں ماں کو اولاد کی پہلی درسگاہ تسلیم کیا گیا ہے، ماں ہی وہ ہستی ہے جو اپنی اولاد کو جس سانچے میں چاہے ڈھال سکتی ہے، اپنے بچّے کے مزاج کو مدِ نظر رکھ کر اس اعتبار سے راستے اختیار کر کے اسے نیک بھی بنا سکتی ہے اور بد بھی۔ اس واقعے میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے کہ جو بچے اپنے والدین کی باتوں پر عمل کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے قریب ہوتے ہیں اور وقت آنے پر خدا کی جانب سے ان کی امداد بھی کی جاتی ہے۔

تعلیم اور اس کی قدر و قیمت سے متعلق ایک اور واقعہ آپ کو سناتے ہیں، جو کہ ہمارے نبی کریمؐ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ حضور پاکؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ اُمِ ایمن (نبیؐ کی خادمہ) سے ملنے کے لیے انکے یہاں تشریف لے گئے، آپ دونوں شخصیات کو دیکھتے ہی وہ آبدیدہ ہو گئیں، چنانچہ آپ دونوں صاحبان نے عرض کیا کہ آپ حضورؐ کے لیے اس قدر کیوں روتی ہیں جبکہ اب وہ پہلے سے بھی بہتر مقام پر ہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ " میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ اب حضورؐ

ہمارے پاس نہیں بلکہ اس لیے روتی ہوں کہ جب تک رسول ؐ حیات تھے تو وحی کا نزول ہوا کرتا تھا اور ہم سب عورتیں حضور ؐ سے علم سیکھا کرتی تھیں مگر آپ ؐ کے بعد سے وحی آنا بھی بند ہو گئی اور اب ہم آپ کی تعلیم سے مستفید نہیں ہو پا رہی ہیں۔"

پیارے بچو! یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جس طرح خداوند عالم کو تعلیم، علما وطلبا سے محبت ہے اسی طرح ہمارے نبی کریم ؐ تعلیم کے قدردان ہونے کے ساتھ علما و طلبا کے بھی قدردان تھے، اسلام کے چوتھے خلیفہ اور آپ ؐ کے داماد حضرت علیؓ کے علم و ذہانت کے متعلق آپ ؐ نے فرمایا ہے کہ:

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس شہر کا دروازہ ہے" (ترمذی)

حضرت علیؓ کو اللہ نے اس قدر علم عطا کیا تھا کہ اہلِ عرب سے جب کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تو لوگ سیدھے آپ کے پاس چلے آتے اور لمحوں میں انکی پریشانی دور دیتے۔

حضور ؐ کے ایک صحابی گزرے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ، آپ نے نہایت کم عمری میں اعلیٰ درجے کا علم حاصل کر لیا تھا۔ حضور پاک ؐ نے ان کے ذوق وشوق اور فہم و ذکاوت کو دیکھ کر انہیں بڑی کم عمر میں ملکِ یمن کا گورنر مقرر کر دیا، اور محض تینتیس برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت اویس نے فرمایا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان مسجد میں بیٹھا ہے اور ہر طرف علم کے حلقے لگے ہوئے ہیں جب کوئی کسی مسئلے میں پریشان ہوتا ہے تو دوڑ کر لوگ اُسی خوبصورت نوجوان کے پاس پہنچتے ہیں اور وہ لمحوں میں ان کا مسئلہ حل کر دیا کرتا ہے، انہیں حیرت ہوئی کہ یہ نوجوان کون ہے تو لوگوں سے دریافت کیا، انھوں نے بتایا کہ یہ نبی ؐ کے صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔

پیارے بچو! تاریخ اسلام سے متعلق ان چند شخصیات کے واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ سب ان باتوں پر غور وفکر کریں کی کہ اللہ کریم نے ہماری مذہبی کتاب قرآن مجید میں سب سے پہلے ہمیں پڑھنے کی جانب راغب کیا ہے، آج کے وقت میں ہم اپنا بہت سارا قیمتی وقت مختلف قسم کی فضولیات میں صرف کر دیتے ہیں، وہ کمپیوٹر پر گیم کھیلنے میں ہو یا کہ موبائل استعال کرنے میں آپ اپنے ارد گرد دیکھتے ہونگے کہ ہمارے بڑے بزرگ ہمیں کتنی ساری معلومات اور ماضی کے واقعات قصوں اور کہانیوں کی شکل میں بتاتے ہیں جو ہمیں بڑے دلچسپ معلوم ہوتے ہیں اس کے پیچھے جو راز ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ مطالعے کو بڑی اہمیت دیتے آئے ہیں جب کہ اُس زمانے میں آسانی سے کتابیں بھی فراہم نہیں ہوتی تھیں، آج جب کہ ہمارے پاس ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں تو ہم اپنا وقت موبائل جیسی چیزوں پر صرف کرتے ہیں جس سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایک دو مہینے اپنا زیادہ وقت کتابوں پر صرف کر دیں تو ہمیں احساس ہوگا کہ اب تک ہم زندگی کے اصل مزے سے لطف اندوز ہی نہیں ہوئے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔

علم ہی وہ واحد شے ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ علم ہی وہ چیز ہے کہ جس کے حصول پر امیر وغریب میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی، علم کے سمندر میں چلنے والی کشتی کتنا بھی تیز طوفان آئے، غرق نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر حال میں ساحل تک لے جاتی ہے، اچھی کتابیں ہماری دوست ہوتی ہیں جو ہمیں ذرّے سے آفتاب بناتی ہیں۔ اس لیے ہمیشہ اچھی سے اچھی کتابوں کا مطالعہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں شامل کریں۔

■

Iram Nayeem
Research Scholar, Dept of Urdu
Allahabad University
Allahabad- 211002 (UP)
Mob.: 7985705617

انس انصاری

ہندوستانی کرنسی

روپیہ ہمارے ملک ہندوستان سمیت سات اور ممالک (انڈونیشیا، مالدیپ، ماریشس، نیپال، پاکستان، شیلس اور سری لنکا) کی رائج الوقت کرنسی یا سکہ ہے۔ ہندوستان میں کرنسی کے اجرا کا اختیار ریزرو بینک آف انڈیا کو حاصل ہے۔ ریزرو بینک آف انڈیا قانون 1934 کے تحت کرنسی کی اشاعت اور انتظام کرتا ہے۔ اسی قانون کے تحت 1 اپریل 1935 میں ریزرو بینک آف انڈیا کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ابتدا میں آر بی آئی (ریزرو بینک آف انڈیا) کا مرکزی دفتر کلکتہ میں ہوا کرتا تھا لیکن 1937 میں اس کا مرکزی دفتر مستقل طور پر ممبئی میں منتقل کردیا گیا۔ آر بی آئی کو 1949 میں نیشنلائزڈ کیا گیا۔ یہ بینک مکمل طور پر حکومت ہند کی ملکیت ہے۔

آر بی آئی ایک روپے کے نوٹ کے علاوہ سبھی کرنسی نوٹ اور سکے جاری کرتا ہے۔ ہر نوٹ پر آر بی آئی کے گورنر کا دستخط ہوتا ہے۔ نوٹ پر کل 17 زبانوں میں نوٹ کی قدر (قیمت) لکھی ہوتی ہے۔ نوٹ کی اگلی جانب انگریزی اور ہندی میں قیمت لکھی ہوتی ہے جب کہ نوٹ کی پچھلی جانب زبان کے کالم میں 15 زبانوں میں نوٹ کی قیمت لکھی ہوتی ہے۔ یہ 15 زبانیں ہمارے ملک کے آئین میں موجود کل 22 سرکاری زبانوں میں شامل ہیں۔ یہ 15 زبانیں حروف تہجی کی ترتیب میں لکھی ہوتی ہیں جو کہ یہ ہیں: آسامی، بنگالی، گجراتی، کنڑ، کشمیری، کوکنی، ملیالم، مراٹھی، نیپالی، اڑیہ، پنجابی، سنسکرت، تمل، تیلگو اور اردو (انگریزی حروف تہجی کے مطابق)۔

ہندوستان میں نوٹوں کی چھپائی چار مقامات پر ہوتی ہے اور سکوں کی ڈھلائی بھی چار مقامات پر ہوتی ہے۔

ٹکسال (Mint): جس جگہ سکوں کی ڈھلائی کا کام ہوتا ہے۔ اسے ٹکسال کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں چار ٹکسال ہیں جو سکوں کی ڈھلائی کرتی ہیں۔ یہ ٹکسال چار مقامات پر ہیں: ممبئی، کولکاتا، حیدرآباد، نوئیڈا۔

ہر سکے پر ایک مخصوص نشان ہوتا ہے جسے مٹ مارک (ٹکسال کا نشان) کہتے ہیں۔ اس نشان سے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سکہ کس ٹکسال میں ڈھالا گیا ہے۔

ان چار ٹکسالوں کے مخصوص نشانات یہ ہیں:

i) ممبئی: ممبئی کی ٹکسال میں ڈھالے گئے سکوں پر ہیرے (ڈائمنڈ)◆ کا نشان ہوتا ہے۔

ii) کولکاتا: کولکاتا کی ٹکسال میں ڈھالے گئے سکوں پر کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔

iii) حیدرآباد: حیدرآباد کی ٹکسال میں ڈھالے گئے سکوں پر ستارہ(Star)★ کا نشان ہوتا ہے۔

iv) نوئیڈا: نوئیڈا کی ٹکسال میں ڈھالے گئے سکوں پر نقطہ (Dot)● کا نشان ہوتا ہے۔

یہ مخصوص نشان سکہ پر موجود سنہ عیسوی کے نیچے موجود ہوتا ہے۔

چھاپہ خانے: کرنسی نوٹوں کی چھپائی چار مقامات پر ہوتی ہے۔ یہ چھاپہ خانے مندرجہ ذیل ہیں:

i) ناسک، مہاراشٹر

ii) دیواس، مدھیہ پردیش

iii) میسور، کرناٹک

iv) شالبنی، مغربی بنگال

کرنسی نوٹ اور یادگار عمارتیں: ہر نوٹ کی اگلی جانب گاندھی جی کی تصویر ہوتی ہے اور پچھلی جانب کسی یادگار عمارت، جگہ یا شے کی تصویر ہوتی ہے۔ آیئے حاصل کرتے ہیں نوٹوں پر موجود یادگار عمارتوں کی مختصر معلومات۔

ایک روپے کا نوٹ: یہ سب سے چھوٹی مالیت کا نوٹ ہے۔ یہ واحد نوٹ ہے جسے حکومت ہند جاری کرتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی سبھی رائج نوٹ آر بی آئی جاری کرتا ہے۔ ایک روپے کا نوٹ پر مالیاتی سکریٹری(Finance Secretary) کا دستخط ہوتا ہے نہ کہ آر بی آئی کے گورنر کا۔

1980 میں جاری کیے گئے 1 روپے کے نوٹ پر ساگر سمراٹ آئیل رگ (تیل اور گیس کی کھدائی کرنے والا آلہ) کی تصویر ہوا کرتی تھی اور اگلی جانب ایک روپے کے سکے کی تصویر تھی۔

2 روپے کا نوٹ: یہ مالیت کے اعتبار سے دوسرا سب سے چھوٹا نوٹ ہے۔ یہ نوٹ سنہ 1943 میں متعارف ہوا اور 1995 میں بند کردیا گیا۔ 1980 میں جاری کیے گئے 2 روپے کے نوٹ پر ہندوستان کے پہلے سیٹالائٹ آریہ بھٹ کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ آریہ بھٹ کو 19 اپریل 1975 میں رونہ کیا گیا تھا۔

5 روپے کا نوٹ: یہ نوٹ مہاتما گاندھی سلسلے کے نوٹ میں 1996 میں متعارف کروایا گیا۔ اس نوٹ کی پچھلی جانب ٹریکٹر کی تصویر ہوتی ہے۔

10 روپے کا نوٹ: 10 روپے کا نیا نوٹ 5 جنوری 2018 کو مہاتما گاندھی نئی سیریز کے تحت جاری کیا گیا۔ نئے نوٹ کی پچھلی جانب سن ٹیمپل کی تصویر ہے۔ یہ مندر کونارک، اڑیسہ میں واقع ہے۔ اس کو یونیسکو (اقوام متحدہ کی تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم) نے عالمی ثقافتی ورثہ کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ یہ درجہ اسے 1984 میں دیا گیا۔

20 روپے کا نوٹ: 20 روپے کا نیا نوٹ 26 اپریل 2019 کو مہاتما گاندھی نئی سیریز کے تحت جاری کیا گیا۔ نوٹ کی اگلی جانب مہاتما گاندھی کی تصویر ہے اور پچھلی جانب ایلورا کے غاروں کی تصویر ہے۔ ایلورا کے غار صوبۂ مہاراشٹر کے ضلع اورنگ آباد میں واقع ہیں۔ انھیں 1983 میں یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا۔

50 روپے کا نوٹ: مہاتما گاندھی نئی سیریز کے نوٹوں میں 18 اگست 2017 کو 50 روپے کا نیا نوٹ کو بھی متعارف کروایا گیا۔ اس نوٹ پر ہمپی کے رتھ کی تصویر ہے۔ ہمپی یادگار عمارتوں کا گروپ ہے۔ ہمپی صوبہ کرناٹک کا ایک شہر ہے۔ یہ شہر تنگ بھدرا ندی کے کنارے ہے۔ ہمپی کی تاریخی عمارتوں

کو 1986 میں یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا۔

100 روپے کا نوٹ: مہاتما گاندھی نئی سیریز کے نوٹوں میں 19 جولائی 2018 کو 100 روپے کا نیا نوٹ متعارف کروایا گیا۔ اس نوٹ پر رانی کی واو (جو کہ ایک زینہ دار کنواں ہے) کی تصویر ہے۔ رانی کی واو صوبہ گجرات کے پٹن میں واقع ہے۔ اس کنویں کو سولنکی رانی ادیامتی نے اپنے شوہر کی یاد میں 11 ویں صدی میں تعمیر کروایا تھا۔ رانی کی واو کو 2014 میں یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا۔

200 روپے کا نوٹ: یہ نوٹ پہلی مرتبہ مہاتما گاندھی نئی سیریز میں 25 اگست 2017 کو جاری کیا گیا۔ اس نوٹ کی پچھلی جانب 'سانچی کے استوپ' کی تصویر ہے۔ اسے راجہ اشوک نے تعمیر کروایا۔ یہ مدھیہ پردیش کے ضلع رائے سین میں واقع ہے۔ سانچی کے استوپ کو 1989 میں یونیسکو عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا گیا۔

500 روپے کا نوٹ: 500 روپے کا نیا نوٹ مہاتما گاندھی کی نئی سیریز میں 10 نومبر 2016 کو جاری کیا گیا۔ نوٹ کی پچھلی جانب دہلی کے لال قلعہ کی تصویر ہے۔ اس قلعہ کو 1639 میں مغل بادشاہ شاہجہاں نے تعمیر کروایا تھا۔ 2007 میں لال قلعہ کو یونیسکو (UNESCO) عالمی ثقافتی ورثہ کا درجہ دیا گیا۔

2000 روپے کا نوٹ: یہ نوٹ پہلی مرتبہ مہاتما گاندھی نئی سیریز میں 8 نومبر 2016 کو جاری کیا گیا۔ اس نوٹ کی پچھلی جانب 'منگل یان' کی تصویر ہے۔ منگل یان ہندوستان کا مریخ کی جانب روانہ کیا گیا ایک خلائی مشن ہے جسے اسرو نے 5 نومبر 2013 کو لانچ کیا تھا۔

■

Ansari Muhammad Anas Saleem Akhtar
House No.: 16, Survey No.: 374
Madina Park, Near Masood Masjid
Firdos Nagar, Dhule - 424001 (Maharashtra)
Mob.: 9370226614

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر............................ بتاریخ............................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِ تعاون سالانہ -/100 روپے IFSC: SYNB0009009، A/C: 90092010045326

میں جمع کروا دیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

صادق

پیروڈی

کیسے اسکول سے بچوں یارب
'کوئی صورت نظر نہیں آتی'

مجھ کو ٹیچر کا ڈر نہیں گھر پر
'نیند کیوں رات بھر نہیں آتی'

پہلے آتی تھی خوب مجھ کو ہنسی
'اب کسی بات پر نہیں آتی'

ڈر سے ہوں ماسٹر کے میں چپ چپ
'ورنہ کیا بات کر نہیں آتی'

حال دل، دل سے جان لو یارو
'میری آواز گر نہیں آتی'

کون سا دن ہے جب شرارت کی
'کچھ ہماری خبر نہیں آتی'

دل کچھ ایسے پھرے پڑھائی سے
'بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی'

کچھ لکھائی ہو یا پڑھائی ہو
'پر طبیعت ادھر نہیں آتی'

ڈانٹ سنتے ہو اپنے ٹیچر کی
'شرم تم کو مگر نہیں آتی'

■

Sadiq
B-33, Pocket 9 A, Jasola
New Delhi-110025
Mob.No. 9818776459

بھارت نیا بنائیں

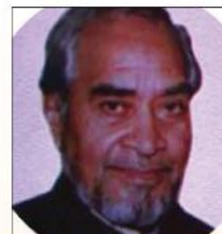
کوثر صدیقی

کوثر صدیقی اردو کے معروف ادیب ہیں۔ انھوں نے شاعری میں بہت سے نئے تجربے کیے ہیں۔ ان کی رباعیات کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں قندیل، موجِ شفق قابل ذکر ہیں۔ 'ڈھائی آکھر' دوہا، غزلوں، نظموں اور گیت کا مجموعہ ہے۔ افسانے اور نظمانے بھی لکھتے رہے ہیں۔ کاروان ادب بھوپال کی ادارت سے وابستہ تھے۔ انھوں نے بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ 'پھول ایک ہی چمن سے' بچوں کے لیے لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ہے جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوا۔ ماحولیات سے متعلق بچوں کے لیے ان کی نظموں کا ایک مجموعہ 'ہریالی' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

آؤ چمن سجائیں
پھل اور پھول اگائیں
گل پیار کے کھلائیں
بھارت نیا بنائیں

وحدت کے گیت گائیں
دیپ امن کے جلائیں
پل پیار کا بنائیں
بھارت نیا بنائیں

ہم باغباں چمن کے
ہم پاسباں وطن کے
محفوظ اسے بنائیں
بھارت نیا بنائیں

پھول امن کے کھلا کر
اچھی فضا بنا کر
جنت اسے بنائیں
بھارت نیا بنائیں

جے ہند کے ترانے
حب وطن کے نغمے
سب مل کے آؤ گائیں
بھارت نیا بنائیں

■

Kausar Siddiqui
79-A, Ginnori, Main Road
Bhopal - 462001 (MP)

سمندر کی لہریں

خلیق الزماں نصرت اردو کے معروف مصنف ہیں۔ بینک سے وابستہ رہے مگر تخلیقی طور پر سرگرم اور فعال ہیں۔ ان کی سب سے مشہر رکتاب 'برمحل اشعار اور ان کے ماخذ' ہے جس کو لوگ بہ طور حوالہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ 'شعراء مہاراشٹر'، 'شعراء بھیونڈی'، 'آخری گھڑے کا پانی' ان کی بہت اہم تصانیف ہیں۔ ان کے مضامین اردو کے اہم رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں اور انھیں مختلف اکادمیوں کی جانب سے ایوارڈ بھی مل چکے ہیں اور ان کی شخصیت پر بھی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ بچوں کے لیے بھی مختلف رسائل میں لکھتے رہے ہیں۔

خلیق الزماں نصرت

کسے ڈھونڈتی ہیں سمندر کی لہریں	کبھی تو ہو ایسا ذرا دیر ٹھہریں
کہاں سے چلی ہیں کدھر کو چلی ہیں	کہیں پر کٹی ہیں کہیں پر بٹی ہیں
شب و روز چلتی مچلتی ہیں نصرت	کسے پوچھتی ہیں سمندر کی لہریں
جدھر کی ہوا ہو ادھر چل رہی ہے	زمانے کا ساتھ تو دے رہی ہے
کہاں مانگتا ہے کسی سے سمندر	سکھاتی یہی ہیں سمندر کی لہریں

سمندر کے نزدیک آکے تو دیکھو	کبھی دھوپ میں اس کو، چل کر تو دیکھو
چمکتی ہے کیسی مچلتی ہے کیسی	نہیں گرم ہوتیں سمندر کی لہریں
ادھر بمبئی ہے سمندر کنارے	ادھر کو عرب کے ممالک ہیں سارے
عجب ہے یہ رشتہ بھی ہندو عرب کا	پڑوسی بنی ہیں سمندر کی لہریں
ہے پانی سے بنتا نمک کا ایسا	جو کھانے کو کرتا مزے دار کیسا
یہی تو کرشمہ ہے قدرت کا پیارے	نفع دے رہی ہیں سمندر کی لہریں
کسے ڈھونڈتی ہیں سمندر کی لہریں	کبھی تو ہو ایسا ذرا دیر ٹھہریں

■

Khaleequz Zaman Nusrat
861, 2nd Floor, Opp.: Salahuddin Ayyubi
School and College
Bhiwandi - 421302 (Maharashtra)

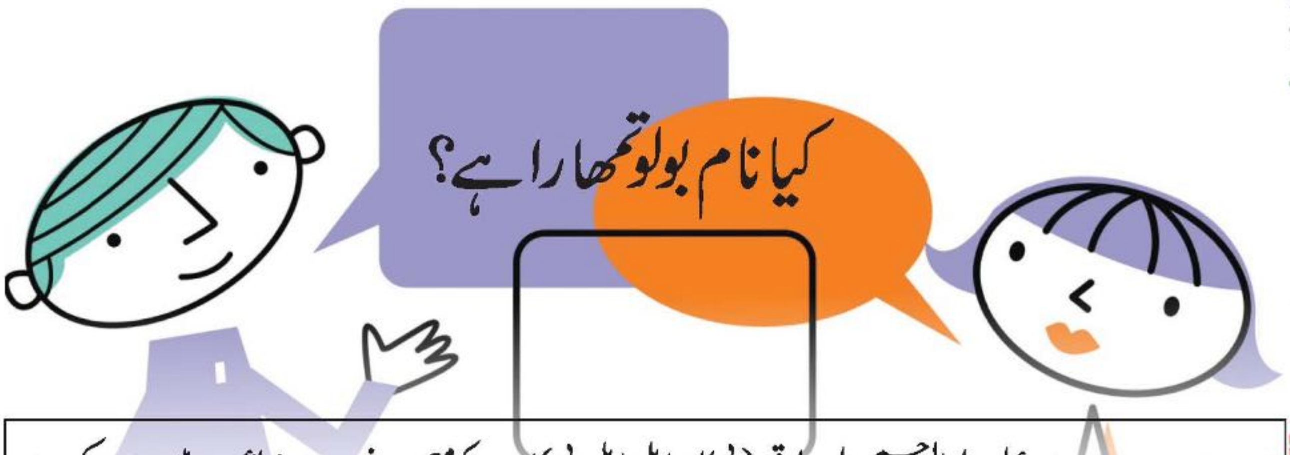

کیا نام بولو تمھارا ہے؟

عطاء الرحمن طارق

عطاء الرحمن طارق (بی کام، ایل ایل بی) اردو کے معروف شاعر ہیں۔ بینک سے ان کی وابستگی ہے مگر نظمیں اور کہانیاں لکھتے رہے ہیں۔ 'دھانی دھانی' اور 'ملبیری کے آس پاس' ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ بچوں کے رسائل میں ان کی تخلیقات چھپتی رہی ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں ہرے ہرے (نظمیں)، دتم دتم (نظمیں)، بوندا باندی (نظمیں)، ملائی کھائے چھورا (گیت اور نظمیں)، ہنڈولا اور دوسری کہانیاں قابل ذکر ہیں۔

دل ناز، دلبر، دلآرا ہے
کیا نام بولو، تمھارا ہے؟

ہونٹوں پہ مسکان پھیلی ہے
کیا ہے، جو بنیان میلی ہے
آنکھوں میں آکاش سارا ہے
کیا نام بولو، تمھارا ہے؟

صورت ہی کچھ ایسی پائی ہے
یا آپ نے خود بنائی ہے
معصومیت آشکارا ہے
کیا نام بولو تمھارا ہے؟

بے چین رہنے کی عادت ہے
ہر آن تازہ شرارت ہے
چقمق میں جیسے شرارا ہے
کیا نام بولو، تمھارا ہے؟

ہر بات اپنی جو منوائے
'شیطانچہ' کیوں نہ کہلائے
فتنہ ہے پر کتنا پیارا ہے
کیا نام بولو، تمھارا ہے؟

■

Ataur Rahman Tariq
701/3A, Co-op., Hsg. Society
Vaishali Nagar, K.K. Road, Mahalaxmi
Mumbai - 400001
Mob.: 9773238043

فراق جلال پوری

انسان بنو بچو!

پھولوں میں ہنسو بچو!
خوش یوں ہی رہو بچو!
ہر خیر سے دل باندھو
ہر بد سے بچو، بچو!
جو کام ہے عزت کا!
وہ کام کرو بچو!
شکوہ ہو شکایت ہو
دل میں نہ رکھو بچو!
رستہ ہے صداقت کا
تیزی سے بڑھو بچو!
یہ علم سکھاتا ہے
انسان بنو بچو!!
جانا ہے تمھیں آگے
محنت سے پڑھو بچو
در ہے یہ بزرگوں کا
تعظیم کرو بچو!
ہے نام بڑا رب کا
دل پر یہ لکھو بچو!

■

Firaq Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post- Jalalpur
Distt.: Ambedkar Nagar - 224149 (UP)
Mob.: 9858772746

خورشید جمال قاسم

سردی آئی

سردی آئی، سردی آئی
سب کے من کو خوب یہ بھائی
بچے پہنیں سوئٹر لال
دادا دادی اوڑھیں شال
چھوٹے دن اور لمبی راتیں
ہوں گی خوب مزے کی باتیں
صبح کا منظر بہت سہانا
پیڑوں پر چڑیوں کا گانا
پتوں پر شبنم کا گرنا
پھولوں پر موتی کا بکھرنا
سب کے ہاتھ اور پاؤں ہیں ٹھنڈے
امی کہتیں کھا لو انڈے
ٹھنڈ کو اب تم دور بھگاؤ
بستہ لو اسکول کو جاؤ

■

Dr. K.J. Quasim
Israil Katra, Bagicha
Jahanaganj
Azamgarh - 276131 (UP)
Mob.: 9628622895

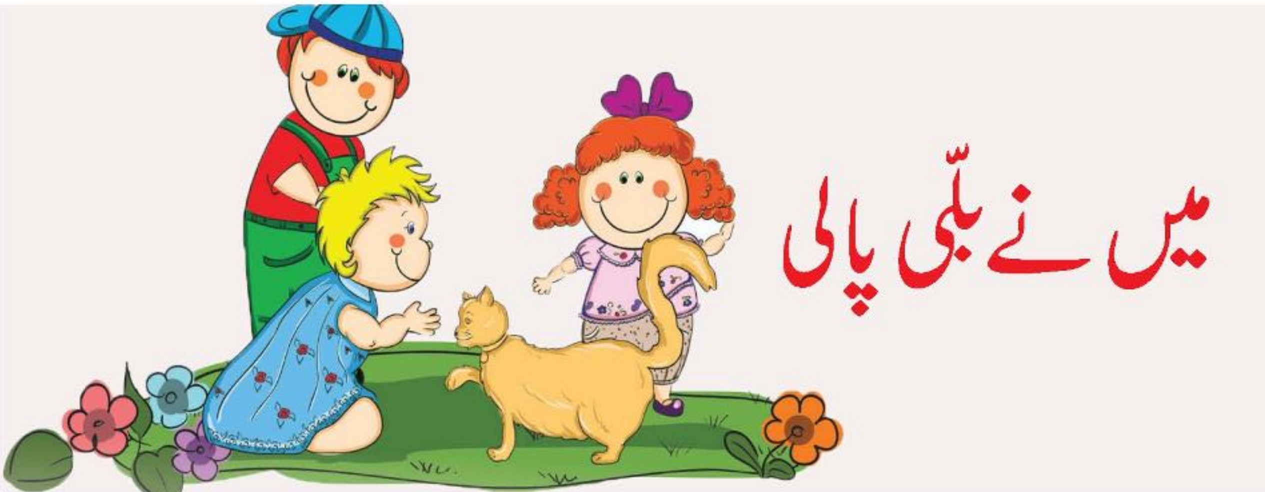

میں نے بلّی پالی

حنا شمایم

ڈاکٹر حنا شمائم نے این ایم سی ایچ پٹنہ سے ایم بی بی ایس اور پی ایم سی ایچ پٹنہ سے ڈی جی او کی ڈگری حاصل کی ہے۔ میڈیکل پروفیشن سے وابستہ ہونے کے باوجود شعر و ادب کا بہت اچھا ذوق رکھتی ہیں۔ ان کی کہانیاں اور نظمیں مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ بچوں کے لیے بھی مسلسل لکھتی رہی ہیں۔ ان کی تخلیقات بچوں کے رسالہ باغیچہ (لکھنؤ)، زبان و ادب (پٹنہ، گوشۂ اطفال) اور دیگر رسائل میں چھپتی رہی ہیں۔

گھر میرا لگتا تھا خالی
اس لیے میں نے بلی پالی
گھر بھر میں ہے شور مچاتی
چوہوں کو پکڑ کر کھاتی
باقی چوہوں کو ہے بھگایا
میرے سامانوں کو بچایا
ایک دن کی بات کہوں میں
اس کو اتفاق کہوں میں
دودھ ابال چولہے پر چھوڑا
کہ ٹھنڈا ہوجائے وہ تھوڑا
بلی باورچی خانے میں آئی
دودھ دیکھ کر وہ للچائی
جھٹ منہ دیگچی میں ڈالا
گرم دودھ سے پڑ گیا پالا
منہ پھر اس نے باہر نکالا
مگر زبان پر پڑ گیا چھالا
اب وہ دودھ کے پاس نہ جائے
چھاچھ دیکھ کر بھی گھبرائے
چولہا دیکھ سہم وہ جائے
شمائم مجھے ترس بڑا آئے

■

Dr. Hena Shamayem
M.B.B.S.D.G.O.: Alam Clinic
Kaghzi Mohalla, Bihar Sharif
Nalanda- 803101 (Bihar)
Mob.: 9631657626

نٹ کا تماشہ

حبیب سیفی

حبیب سیفی اردو کے معروف صحافی اور شاعر ہیں اور بچوں کے ادب سے ان کی خاص دلچسپی ہے۔ اس حوالے سے ان کی تین کتابیں 'درخشندہ ستارے'، 'بچے ہندوستانی' اور 'مستقبل کے چاند ستارے' شائع ہوچکی ہیں۔ 'دیدہ ور'، 'متاعِ خواب' ان کی غزلیہ شاعری کے مجموعے ہیں۔ 'شوکت پردیسی : فکروفن کے آئینے میں' اور 'رموزِ ادب' ان کی تنقیدی کتابیں ہیں۔ ادب اطفال کے حوالے سے لکھتے رہے ہیں۔ ادب اطفال پر منعقدہ ورکشاپ میں بھی شریک ہوتے رہے ہیں۔ 'بچوں کے ادب میں سائنس کی عکاسی' کے عنوان سے ایک پروجیکٹ پر کام بھی کررہے ہیں۔

خوشی سے شاد ہیں بچے تماشہ نٹ کا آیا ہے
اب اجلا ہوگیا موسم نکل سورج بھی آیا ہے

بجا کر تھالی و ڈھولک بلائے پاس بچوں کو
نئے کرتب وہ دکھلائے جو آئیں راس بچوں کو

وہ اک چھوٹی سی بچی جو بغل میں اس کے بیٹھی ہے
مہارت فن میں ہے اس کو بظاہر دکھتی چھوٹی ہے

گلے میں ڈال کر ڈنڈا اسے چل کر دکھانا ہے
ہے باندھے بانس پیروں میں یہ اک کرتب نرالا ہے

دو لکڑی گاڑ کر اس نے جو رسی باندھی سختی سے
تو رکھ مینار ہانڈی کی چلے گی لڑکی رسی پے

اشارہ جب وہ پائے گی قدم پیچھے ہٹائے گی
کرے گی بند آنکھوں کو جو پوچھو گے بتائے گی

تماشے مختلف ہوتے ہمارے ملک میں بچو
سکوں ملتا ہے ذہنوں کو انھیں سے یاد بھی رکھو

مگر ہر دن تماشے کی نہ چاہت دل میں رکھ لینا
تمھارے حق میں ہے بہتر ہمارا ماننا کہنا

■

Habeeb Saifi
R/o E-12/51B, 1st Floor, Hauz Rani
Malviya Nagar
New Delhi - 110017
Mob.: 7838038973

انصاری محمد اویس فیروز احمد

دعا

تیری عظمتوں کا کروں کیا بیاں
نرالی تیری شان ربِّ جہاں
بنایا ہے انسان و حیوان کو
یہ دنیا بنائی ہے جنت نشاں
ہمیں دی ہدایت یہ احسان ہے
کہ جان اور دل تجھ پہ قربان ہے
خدایا میرا تجھ پہ ایمان ہے
تری عظمتوں کو کروں کیا بیاں
عطیہ کی تجھ سے دعا ہے یہی
عطا کر مجھے علم کی روشنی
خلوص و محبت کی دے آگہی
تری عظمتوں کا کروں کیا بیاں

■

Atiya Nafees
8-1-523/303, 2ndFloor, Flat No 105
Hussain Residency, Deulex colony,
Tolichowki,
Hyderabad - 500008(Telangana)

نعت

ہرا گنبد جو دیکھو گے زمانہ بھول جاؤ گے
اگر قرآن سن لو گے تو گانا بھول جاؤ گے
اگر تم جان لو میرے نبیؐ کی پیاری باتوں کو
سبھی دنیاوی قصے اور فسانے بھول جاؤ گے
اگر تم جان لو ماں باپ کی عظمت کو اے لوگو!
تو پھر تم باپ اور ماں کو ستانا بھول جاؤ گے
دو ٹکڑے ہوگیا وہ خوبصورت چاند اشارے سے
میرا دعویٰ ہے انسانی کرشمہ بھول جاؤ گے
نبیؐ کی نعت سن لو گے تو گانا بھول جاؤ گے
اگر طیبہ کو جاؤ گے تو آنا بھول جاؤ گے
عمل کرنے لگو گے تم اگر آقا کی سنت پر
برائی کی طرف نظریں اٹھانا بھول جاؤ گے
اویس اس طرح جو نعت نبیؐ پڑھتے رہو گے تم
قسم اللہ کی یہ فانی دنیا بھول جاؤ گے

■

Ansari Mohd Owais Feeroz Ahmad
Gali No: 7, Mominpura, Ghar No: 2010
Dhule- 424001 (Maharashtra)

نظم

شیبا کوثر

وہ لمحہ

کیا کروں...؟
رشک کروں
یا ماتم کروں
وہ ایک لمحہ
حسرت بھرا لمحہ
عجیب منظر تھا
ذہن نے کبھی سوچا نہ تھا
زیر ہو جائے گا
یوں بکھر جائے گا
مینارہ تہذیب کا
سبھی دیکھ کر حیران ہیں
اہل دانش سب پریشان ہیں
تاریخ، تہذیب، روایات سب
ایک پل میں بدل گئے
سب جل گئے
ایک نئی سمت کا سفر ہے اب
بادشاہ سے جب تخت چھن جائے
سپاہی کی جب تلوار ٹوٹ جائے
اور ادیبوں کا قلم سوکھ جائے
پھر زندگی کا کوئی مقصد نہیں
کوئی مسکرائے، میں پتھر نہیں
عقل و دانش سب بھول جائے
تو پھر انسان، انسان نہ کہلائے
ہاں 'وہ لمحہ'
تاریخ ساز وہ لمحہ...!!

■

Sheeba Kausar
Mohalla: Brah Batrah Arrah
Dist: Bhojpur - 802301 (Bihar)

سرکس اور لاک ڈاون

سلیم خان

سلیم خان اردو کے مشہور افسانہ نگار ہیں۔ تدریسی خدمات سے وابستہ تھے۔ ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 'لہو لہو منظر' مختصر کہانیوں کا مجموعہ ہے تو 'نیم چندن اور کوئل' بچوں کے لیے لکھی گئی تخلیقات پر مشتمل ہے۔ بچوں کے لیے ان کی کہانیوں کا ایک مجموعہ 'ہم جب ایک ہو جائیں' زیر ترتیب ہے۔ ان کی بہت سی تخلیقات ماہنامہ بچوں کی دنیا، امنگ، گل بوٹے، کھلونا، ہلال وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ انھیں اقرا ایجوکیشن سوسائٹی جلگاوں کی طرف سے ادب اطفال کا ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

کورونا وائرس کی وجہ سے تمام تفریح گاہوں کی طرح مؤن لائٹ سرکس بھی لاک ڈاؤن ہو چکا تھا۔ سرکس میں کام کرنے والے کلاکار مایوس ہو کر اپنے اپنے مقام پر جا چکے تھے۔ صرف رِنگ ماسٹر اور دو چار نوکروں کو مالک نے جانوروں کی دیکھ بھال اور ضروری کام کاج کے لیے روک رکھا تھا۔ شہر سے باہر مالک کے بنگلے کے سامنے کھلے میدان میں ایک طرف سرکس کا سامان جما ہوا تھا اور دوسری طرف جنگلی جانوروں کے پنجرے آمنے سامنے رکھے ہوئے تھے وہیں قریب گھوڑا اور ہاتھی بندھے ہوئے تھے۔ کچھ فاصلے پر دو خیمے لگے ہوئے تھے۔ ایک نوکروں کا اور دوسرا رِنگ ماسٹر کا جو سرکس کا منیجر بھی تھا۔

تین ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا۔ سارے جانور پنجروں میں پڑے پڑے بیزار ہو چکے تھے اور سرکس کی آمدنی بند ہو جانے کے سبب انھیں پہلے جیسی خوراک بھی نہیں دی جا رہی تھی۔ بندر، بھالو، ہاتھی، گھوڑا اور کنگارو تو آدھی ادھوری خاموشی سے کھا پی رہے تھے مگر جنگل کے راجا شیر کو بھر پیٹ بھوجن نہ ملنے کی وجہ سے وہ لال پیلا ہو رہا تھا۔ ایک روز جب رِنگ ماسٹر نے اسے ٹوکری میں گوشت کے چند ٹکڑے پیش کیے تو شیر نے

غرّا کر کہا، ''ماسٹر، اتنے گوشت سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔''

''سرکس بند ہے، جو مل رہا ہے چپ چاپ کھالو۔'' رِنگ ماسٹر اسے ٹکا سا جواب دے کر چلا گیا۔ شیر دہاڑنے لگا تو قریب کے پنجرے میں بیٹھے کتے نے اسے سمجھایا، ''راجا صاحب، جو مل رہا ہے اسی پر صبر و شکر کرلو۔ ساری دنیا مصیبت میں ہے۔ انسان بھی بے چارے بھوکے پیاسے گزر بسر کررہے ہیں۔'' گھوڑے نے کتے کی تائید کی، ''ہاں راجا صاحب راکی ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔'' شیر نے گرج کر جواب دیا، ''ارے کیا خاک ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہی حال رہا تو میں مر جاؤں گا۔ اور پھر بے کار پڑے پڑے اب میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ بندر نے شیر کی طرف داری کی، ''ارے بھائی راجا صاحب بجا فرما رہے ہیں۔ ہم سرکس میں جب کھیل تماشے دکھایا کرتے تھے تو تماشائی خوش ہوتے تھے۔ بچے تالیاں بجا بجا کر ہماری حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ یہ سب ہمیں اچھا لگتا تھا۔ اور اب ہم سب قیدیوں کی سی زندگی جی رہے ہیں۔ اور سنو، تم دونوں کتنی محنت سے جوکھم بھرے کھیل دکھایا کرتے تھے۔ مگر یہ لوگ تم پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں دے رہے ہیں۔!''

''ارے بھائیو۔! کورونا وائرس نے سب کچھ برباد کردیا ہے۔ اب وہ دور نہیں آنے والا۔ دیکھیے وہ تنبو اور سرکس کا سامان سب خراب ہوچکا ہے۔ اب ہمیں یہاں نہیں رہنا ہے۔ ہم اپنی مرضی کی زندگی جئیں گے۔'' ''لیکن راجا صاحب ہم کیا کرسکتے ہیں، ہمیں آزادی کیسے ملے گی۔!؟'' بھالو نے بڑی بے چارگی سے پوچھا۔

''ارے، تم لوگوں نے وہ کہاوت نہیں سنی ہے، 'ہمتِ مرداں مددِ خدا' اب تم دیکھنا کل میں کیا کرتا ہوں۔ پھر شیر، سامنے پنجرے میں بیٹھے بندر سے مخاطب ہوا، اَے بیٹا، تو

اپنے گلے کا یہ پٹا کسی طرح توڑ دے۔ یوں بھی وہ بہت کمزور ہوچکا ہے۔ تو بھی کل میرے ساتھ بھاگ نکلنا۔ باہر کی دنیا میں اچھل کود کرے گا تو من چاہی چیزیں کھانے کو ملیں گی۔''

''جی راجا صاحب، میں کوشش کرتا ہوں۔'' بندر نے آنکھیں مٹکا کر جواب دیا۔ شیر کی باتیں سن کر بھالو، کنگارو اور دوسرے جانوروں کے دل میں بھی آزادی سے جینے کی امنگ پیدا ہوگئی اور وہ سب سوچنے لگے کہ دیکھیں اب کل کیا ہوتا ہے۔

اگلے دن، سرکس کے نوکر ہمیشہ کی طرح جانوروں کو ان کی خوراک دے رہے تھے۔ شیر کو گوشت کھلانے کے لیے جب رِنگ ماسٹر نے پنجرے کا دروازہ کھولا تو شیر لمبی چھلانگ لگا کر باہر نکل گیا اور تیزی سے دوڑتا ہوا آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ رِنگ ماسٹر اور نوکر اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ اسی دوران بندر بھی فوراً پنجرے سے نکل کر قریب کے پیڑ پر جا بیٹھا۔ شیر دوڑتا ہوا دور ایک گھنی جھاڑی میں چھپ گیا تھا۔ وہ رات کو جنگل پہنچ گیا۔ ادھر بندر بھی درختوں پر چھلانگیں مارتا ہوا اپنی برادری سے جاملا۔

شیر اور بندر کے بھاگ جانے کی خبر جب ماسٹر نے سرکس کے مالک کو سنائی تو وہ حیران رہ گیا پھر تعجب سے دیکھتے ہوئے بولا،" ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا! پھر ایک نوکر نے کہا،" مالک، ہمارا بڑا ہاتھی بیمار ہو گیا ہے۔ وہ کچھ کھا پی نہیں رہا ہے۔" مالک نے کہا،" اسے کسی ڈاکٹر کو بتاؤ۔!"" مالک لاک ڈاؤن کی وجہ سے جانوروں کا دواخانہ بھی بند ہے۔۔"" ارے ہاں، ٹھیک ہے۔ چلیے میں دیکھتا ہوں۔" مالک نے ہاتھی کا معائنہ کیا۔ وہ بے سدھ پڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دوسرے سبھی جانور اپنے اپنے پنجرے میں اداس، ملول بیٹھے ہوئے تھے۔ سرکس کا سامان بھی کباڑ سا پڑا ہوا تھا۔ یہ سب دیکھ کر مالک بوجھل قدموں سے اپنے بنگلے پر لوٹ گیا۔

سرکس کی یہ حالت دیکھ کر مالک فکر مند ہو گیا تھا۔ اسے رات گئے نیند نہیں آئی۔ صبح سویرے وہ اپنے رِنگ ماسٹر کے خیمے پر پہنچا۔ مالک کو اچانک دیکھ کر ماسٹر کچھ خوف زدہ سا ہوا۔ پھر گھبرا کے پوچھا،" کیا بات ہے مالک آپ کچھ پریشان سے لگ رہے ہیں، مجھے بلا لیا ہوتا آپ نے کیوں تکلیف کی۔"

"نہیں نہیں، ایسی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

ماسٹر نے مالک کو پلنگ پر بٹھا کر پانی پیش کیا اور قریب کے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ پانی پی کر مالک افسوس بھرے لہجے میں مخاطب ہوا،" ماسٹر جی، کورونا کی وجہ سے سارا کاروبار تتر بتر ہو چکا ہے اور حالات روز بروز بگڑتے ہی جا رہے ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اپنے خاص جوکر پیارے لال کی کورونا کے سبب موت ہو چکی ہے۔" مالک نے لمحہ بھر آنکھیں بند کیں اور پھر کہا،" میں نے سوچا ہے کہ اب سرکس بند کر دیا جائے۔"

" مالک! آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی، میں آپ کو یہی رائے دینا چاہتا تھا مگر ہمت نہ ہوئی۔" رِنگ ماسٹر نے مالک کے خیال کی پرزور تائید کی۔

" تو پھر ٹھیک ہے، تم لوگ آج ہی ان جنگلی جانوروں کو اپنی لاری کے ذریعے جنگل میں چھوڑ آؤ۔" پھر اپنا ہینڈ بیگ کھولتے ہوئے کہا،" اور نوکروں کی تنخواں بھی ادا کر دو۔" جی مالک" رِنگ ماسٹر نے ہمیشہ کی طرح گردن ہلا کر جواب دیا۔

سارے کام نمٹانے کے بعد اگلے دن رِنگ ماسٹر مالک کے بنگلے پر پہنچا۔ مالک نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا، "سب کام ٹھیک سے ہو چکے۔؟"

" جی مالک، اب ہمارے پاس صرف گھوڑا اور کتا، میرا مطلب بہادر اور را کی بچے ہیں۔ مالک کے ذہن میں گھوڑے اور کتے کی کرتب بازی کا منظر ابھر آیا۔ وہ جذباتی لہجے میں بولا،" ماسٹر، یہ دونوں جانور بڑے محنتی اور وفادار ہیں ان کا جوکھم بھرا کھیل ہماری سرکس کا سب سے مشہور آئٹم تھا۔

" بے شک مالک، ان جانوروں کی خدمات ہم بھول نہیں پائیں گے۔"

" اور ماسٹر جی تم نے بھی ہمیشہ بڑی ذمے داری سے اپنی ڈیوٹی کی ہے۔ بہادر کو تم نے بڑی محنت سے سدھایا ہے۔ اس پر تمہارا حق بنتا ہے۔ اسے ہمارا تحفہ سمجھ کر تم رکھ لو، اور رہے مسٹر را کی۔ اسے ہمارے بنگلے پر لے آؤ۔ اس کی وفاداری کا یہ صلہ ہے کہ وہ شان سے ہمارے ساتھ رہے گا۔!!

بچو۔! اس طرح سرکس بند ہو گیا۔ لیکن عزیزو۔! زندگی کوئی سرکس نہیں جو لاک ڈاؤن ہو جائے۔ اسے ہر حال میں چلتے رہنا ہے۔ مگر یاد رہے، جینے کے لیے اس کہانی کے شیر کی طرح ہمت اور حوصلہ چاہیے۔!!

■

Saleem Khan
Millat Nagar Faizpur- 425503
Distt.: Jalgaon(Maharashtra)
Mob.: 9730573897

نیند

شاہ تاج

شاہ تاج اردو کی مشہور صحافی ہیں۔ انھوں نے ہفت روزہ اخبار ’نئی دنیا‘ سے اپنی صحافت کا آغاز کیا۔ بعد میں Etv اردو حیدرآباد میں بھی کام کیا۔ سیاسی اور ادبی مضامین لکھتی رہی ہیں اور اب انھوں نے بچوں کے لیے کہانیاں لکھنا شروع کیا ہے۔ ان کی سب سے پہلی کہانی ’الفاظ ہند‘ میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد مختلف اخبارات و رسائل میں ان کی کہانیوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ کئی اخبارات میں بچوں کے لیے مستقل کالم بھی تحریر کر رہی ہیں۔ بچوں کی کہانیوں پر مشتمل ان کی کتاب ’پکنک‘ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔

کل صبح 10 بجے دادی کی کلاس ہے... سب کے فون پر میسیج آگئے ہیں... یعنی باضابطہ طور پر مطلع کر دیا گیا ہے۔ کوئی بہانہ کام نہیں آئے گا... ایسی میٹنگ ہمیشہ کسی خاص موقع پر ہی بلائی جاتی ہے۔ ہماری دادی بہت خاص ہیں۔ ہر مشکل میں مددگار، سب سے اچھی دوست اور بہت پیار کرنے والی... دادی اسکول کی پرنسپل رہ چکی ہیں، تو کبھی کبھی سختی گھر میں بھی دکھائی دے جاتی ہے۔

ہم چار بھائی بہن ہیں۔ میرے بڑے بھائی عامر اور میں عنبرین... بڑے ابو کے دو بیٹے، اجمل اور اکمل... میں سب سے چھوٹی ہوں اور ساتویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔ میسیج دیکھتے ہی اکمل بھائی جان نے فوراً ہنگامی میٹنگ بلائی۔ ہم چاروں بہن بھائی سر جوڑ کر بیٹھے کہ آخر دادی نے میٹنگ کیوں بلائی ہے...؟ لیکن کچھ سمجھ نہیں آیا... اور ہم سب صبح کا انتظار کرنے لگے۔

صبح ناشتے کے وقت بھی عجیب سا ماحول تھا۔ بڑے ابّو جو اکثر باتیں کرتے تھے وہ بھی خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے... امی اور بڑی امّی بھی خاموش سی لگ رہی تھیں۔ میرے ابّو تو ویسے بھی خاموشی سے کھانا کھانے کے عادی ہیں۔ خلاف

عادت ابّو نے دادی سے کہا: ''کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، جو آپ نے ہمیں بلایا ہے...؟''

دادی نے کہا: ''آرام سے ناشتہ کیجیے، پھر 10 بجے کمرے میں آیئے۔''

اس کا مطلب گھر کے سبھی لوگوں کو آج دادی نے بلایا ہے یعنی بات معمولی نہیں ہے۔ اب تو ہم سب کی حالت مزید خراب ہوگئی۔ گھڑی بھی بہت سست چل رہی تھی۔ 10 بجنے کا انتظار بہت لمبا ہوگیا تھا۔ وقت پر ہم دادی کے کمرے میں پہنچے تو وہاں سب لوگ پہلے سے ہی موجود تھے۔ سلام کر کے ہم لوگوں نے بھی سوچا کسی کونے میں بیٹھ جاتے ہیں لیکن دادی نے ہم چاروں کو ان کے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں چاہتی تھی کہ دادی جلدی سے بتا دیں کہ کیا بات ہے؟

کمرے میں ایک دم خاموشی تھی... دادی نے گلا صاف کیا اور بولنا شروع کیا ''آج کل آپ لوگ کتنے گھنٹے سوتے ہو؟''

میں نے حساب لگایا تو مشکل سے پانچ گھنٹے ہی سو رہی ہوں... اور... میرے بگ برادرس تو تین چار گھنٹے سے زیادہ نہیں سو رہے ہیں کیونکہ اسکول جانا نہیں ہے اس لیے امّی نے بھی تھوڑی رعایت دے رکھی ہے۔ ہمارے گھر کے کچھ اصول ہیں جن میں صبح ناشتے کے لیے ٹھیک آٹھ بجے سب کو موجود رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے سوئیں کبھی بھی لیکن جاگنا وقت پر ہی ہوتا ہے... ورنہ...!

دادی نے یہ بات سیدھے سیدھے بڑے ابّو سے پوچھی تھی ''امّی میں آج کل گھر سے ہی کام کر رہا ہوں۔ اس لیے اکثر رات میں دیر ہو جاتی ہے۔ ساری میٹنگیں بھی آن لائن کرنا ہوتی ہیں۔ اس لیے دیر رات تک جاگ رہا ہوں...'' دادی نے صرف ہوں کہا اور امّی اور بڑی امّی کی طرف متوجہ ہوئیں...، بڑی امّی نے آہستگی سے جواب دیا ''جی امّی۔! آج کل لوگ رات میں ہی فون کرتے ہیں، بات کرتے کرتے وقت کا علم نہیں ہو پاتا، اس لیے اکثر ہم بھی دیر میں سوتے ہیں۔ اکمل کے ابو کام کرتے ہیں تو لائٹ بھی جلتی رہتی ہے۔'' دادی کے سامنے بہانے پیش کیے جا رہے تھے۔ ہم بھی اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑا رہے تھے... کہ نہ جانے کب دادی ہم پر حملہ کر دیں لیکن ایسا ہوا نہیں... دادی نے بڑی امّی کی طرف دیکھا اور مسکرائیں...

''آج میں خاص طور پر اپنے پوتے پوتیوں سے بات کرنا چاہتی ہوں... لیکن میں نے پچھلے کچھ دنوں میں محسوس کیا کہ بڑے بچوں کو بھی کچھ پرانے سبق یاد دلانے کی ضرورت ہے۔''

میں نے سکون کا سانس لیا کہ ڈانٹ سب کو برابر پڑنے والی ہے... اب مجھے مزا آ رہا تھا... میں دادی کے تھوڑا اور قریب ہو کر بیٹھ گئی... دادی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا... اور اپنی بات شروع کی۔

''ہم اپنی زندگی میں ایسے کئی کام کرتے ہیں جن پر ہمارا کوئی بس نہیں چلتا... جیسے پلکیں جھپکنا، سانس لینا اور سونا... یہ تو آپ سب جانتے ہو کہ لگاتار بہت وقت تک ہم جاگ نہیں سکتے۔ ہمیں ایک وقت کے بعد شدید طور پر نیند کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔''

''ہم سوتے کیوں ہیں؟'' میں نے دادی سے پوچھا:

''یہ تو آج تک معلوم نہیں ہو پایا ہے کہ ہم سوتے کیوں ہیں؟ لیکن ہم یہ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اگر ہم اپنے جسم کی ضرورت کے حساب سے نیند پوری نہ کریں تو ہم متعدد خطرناک بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔''

''جی... دادی! اگر میں ایک دن بھی صبح سے نا سوؤں تو

مجھے کلاس میں نیند آتی رہتی ہے اور استاد کی کوئی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔'' اکمل بھائی نے کہا...

''جی اکمل۔! سوچیے... ایک دن کی نیند اگر ہمارے کام کو اس حد تک متاثر کرتی ہے تو لگاتار جاگنا ہماری صحت کے لیے کتنا نقصان دہ ہوسکتا ہے۔'' ہم سب تائید میں سر ہلا رہے تھے۔

''ہم سب کو 8 سے 10 گھنٹے کی نیند کی ضرورت ہے۔ حالانکہ یہ ہر ایک کے جسم کی ضرورت پر منحصر ہوتی ہے۔ جیسے رات میں اگر میں 7 گھنٹے اچھی طرح سو لیتی ہوں تو خود کو تروتازہ محسوس کرتی ہوں لیکن کچھ لوگوں کو تروتازہ ہونے کے لیے 9 گھنٹے کی نیند کی بھی ضرورت ہوسکتی ہے۔ لیکن آج کل لوگ 6 یا 7 گھنٹے ہی سوتے ہیں، نوجوانوں میں تو یہ وقفہ سمٹ کر 4 سے 5 گھنٹے پر پہنچ گیا ہے۔'' انھوں نے باری باری سے ہم سب کی طرف دیکھا۔ ہم سب نظریں جھکائے دادی کی باتیں سن رہے تھے۔ آج تو ہمارے ساتھ ہمارے والدین بھی دادی کی بات کا جواب دینے کی لائق نہیں تھے...

''دادی آج کل اسکول نہیں جانا ہے، اس لیے تھوڑی زیادہ دیر جاگ لیتے ہیں... لیکن صبح وقت پر ہی ہوگی، آپ کی یادداشت پر بھی اس کا اثر دکھائی دینے لگے گا... آپ اپنے کام پر توجہ نہیں دے پائیں گے اور آپ کا وزن بھی بڑھ سکتا ہے۔''

اجمل بھائی جو بہت کم بولتے ہیں، انھوں نے پوچھا۔

''نیند کا ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔؟''

''چلیے میں آپ کو نیند کی سائنس سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ ہمارے دماغ میں Hypothalamus ہوتا ہے، جو متعدد چھوٹے مرکزوں Nuclei پر مشتمل ہوتا ہے جس میں مختلف کام ہوتے ہیں۔ میلاٹونن Melatonin ہمارے جسم

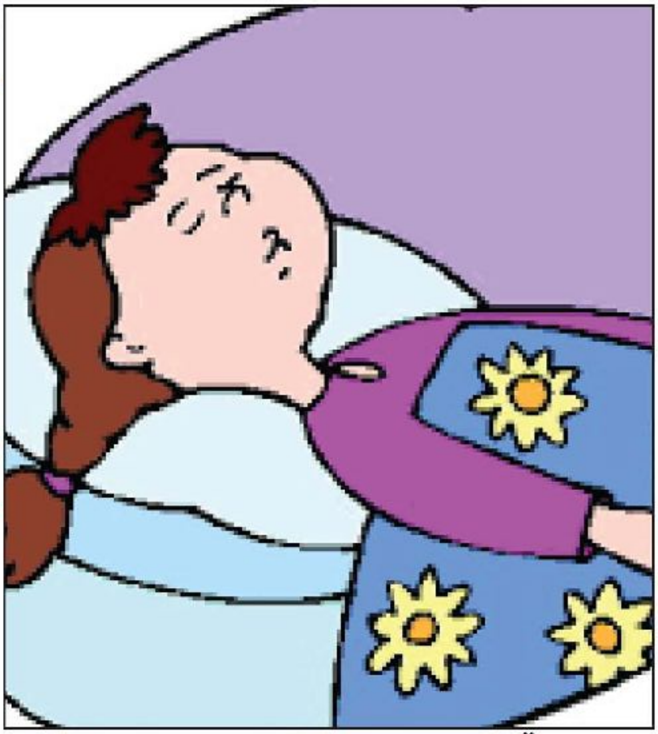

میں قدرتی طور پر پایا جانے والا ایک ہارمون ہے۔ اس کا بنیادی کام رات اور دن کے چکروں یا نیند کے نظام کو سنبھالنا ہے۔ Melatonin جسم کو یہ سگنل دیتا ہے کہ سونے کا وقت ہوگیا ہے، اندھیرا بڑھنے کے ساتھ Glandpineal سلیپ ہارمون چھوڑتا ہے۔ لیکن اب تو دن اور رات کا فرق ہی نظر نہیں آتا۔ اتنی روشنی ہوتی ہے کہ رات میں بھی دن کا گمان ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں جسم کا سسٹم بھی متاثر ہوئے بنا نہیں رہ پاتا۔ جس کی وجہ سے ہمارا Clocbio حیاتیاتی گھڑی بھی الجھن کا شکار ہو جاتی ہے۔'' دادی ایک دم صحیح بات کہہ رہی تھیں۔ دوپہر میں ہم مال کے اندر جاتے ہیں اور کب رات ہو جاتی ہے ہمیں باہر آنے کے بعد ہی معلوم ہو پاتا ہے...

''امّی۔! کیا دو چار گھنٹے کی نیند ہمارے لیے کافی نہیں ہے...؟'' میری امّی نے پوچھا...

''شاید نہیں...! صرف نیند کی مقدار ہی نہیں بلکہ اس کا معیاری بھی ہونا ضروری ہے۔ ہم کتنی اچھی طرح سوئے ہیں یہ زیادہ اہم ہے۔ اکثر دیکھا ہے نا کہ ہم کچھ وقت سونے پر بھی

خود کو کافی تروتازہ محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ... ایک رات میں ہماری نیند پانچ دور سے گزرتی ہے۔ جنھیں دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصہ بغیر تیز حرکتِ چشم Non-rapid eye movement (NREM) اور دوسرا حصّہ ہے تیز حرکتِ چشم Rapid eye movement (REM) ایک سے لے کر چوتھے دور تک ہماری آنکھیں بالکل حرکت نہیں کر رہی ہوتی ہیں کیونکہ یہ این آر ای ایم کا وقفہ ہوتا ہے۔ پانچویں اور نیند کے آخری حصّے میں ہم خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں، اس وقت نیند گہری ہوتی ہے لیکن آر ای ایم دور کے سبب ہماری آنکھیں کافی تیزی سے حرکت کرتی ہیں۔''

''دادی آپ نے کہا نیند کے پانچ حصّے ہیں۔ ان کے بارے میں بتائیے؟'' اکمل بھائی نے پوچھا۔

''جی اکمل۔! نیند کے پہلے حصّے میں غنودگی کا احساس ہوتا ہے، سوتے جاگتے جیسی کیفیت ہوتی ہے۔ دوسرے دور میں جب ہماری نیند داخل ہوتی ہے تو ہلکی نیند ہوتی ہے ہم آسانی سے جاگ جاتے ہیں... تیسرے حصّے میں ہم گہری نیند کی طرف بڑھتے ہیں... چوتھے حصّے میں ہم گہری نیند کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں اور سب سے آخر میں گہری نیند کے ساتھ خواب کے مزے بھی لیتے ہیں۔ اب اتنی ساری منزلیں طے کرنے کے لیے نیند کو تھوڑا وقت تو چاہیے نا...''

بڑی اماں نے کہا ''جی امّی...! آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کو ہمیں یہ سب یاد دلانا پڑا... ہم اپنے کاموں کو ہی نہیں دیکھ رہے تھے تو بچوں کو کیا سمجھاتے...؟''

''معلوم ہے... ہم نیند میں چھینک نہیں سکتے۔'' سنجیدہ بات کرتے کرتے دادی نے ایسی بات کی تو ہم سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ دادی مسکرا رہی تھیں ''اور ایک بات...'' دادی نے آگے کہا:

''دیکھو بچوں۔! ہم اپنی زندگی کا تقریباً ایک تہائی حصّہ سو کر گزارتے ہیں، لیکن یہ تو مجبوری ہے۔ اگر زندہ اور صحت مند رہنا ہے تو نیند تو پوری کرنی پڑے گی کیونکہ لگاتار جاگنے سے موت تک بھی ہو سکتی ہے...'' دادی جن باتوں پر روشنی ڈال رہی تھیں ان میں سے متعدد کے بارے میں میں بھی تھوڑا بہت جانتی تھی... گھر میں موجود سبھی لوگ نیند کی اہمیت سے واقف ہیں... پھر بھی... کوئی سوچ نہیں رہا تھا... لیکن ہماری دادی زندہ باد... انھوں نے سب کو ہوش میں لا دیا...

''اکثر آپ کی آنکھ الارم بجنے سے بھی پہلے کھل جاتی ہے۔'' بڑی امّی سے مخاطب ہو کر دادی نے کہا... یہ ہم سب جانتے ہیں کہ بڑی امّی کو کسی الارم کی ضرورت ہی نہیں ہے... دادی نے آگے کہا۔

''اسے یومیہ تبدیلی یا شب و روز کی تبدیلی Circadian rythm (SCN) کہتے ہیں۔ یہ اندھیرے اور اجالے کا سگنل دیتا ہے... جب آپ لوگ فون، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کے سامنے رہو گے، اتنی تیز روشنی... تو ہمارے جسم کا پرفیکٹ سسٹم الجھن کا شکار ہو گا یا نہیں...؟''

''جی... آئندہ ایسا نہیں ہوگا...''

بڑی امّاں نے کہا۔ ''آج سے سب کو رات دس بجے اپنے بستر پر ہونا چاہیے... ورنہ...''

ہم سب نے کہا... ''ایسا ہی ہوگا۔''

■

Shahtaj Khan
588/2B Hayat Manzil, Plot No: 40
Flat No 4, New Era Society
Pune - 411037 (Maharashtra)
Mob.: 9225545354
shahtaj786@gmail.com

صفیہ بانو اے شیخ

یوم والدین

ہم سب اسکول میں ہی ملے تھے مگر کون جانے وہ دن کہاں چلے گئے؟ میں ہوں عاکف حسین اور یہ ہے میرا بیٹا نواز۔ اس نے آج مجھ سے کہا کہ اسکول میں بہت جلد ایک پروگرام ہونے والا ہے۔ میں نے نواز سے پوچھا کون سا پروگرام ہونے والا ہے؟ اس نے کہا ''یوم والدین''۔ نواز نے مجھ سے جب یہ پوچھا کہ پاپا یوم والدین پروگرام میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ تب مجھے اپنے بچپن کا وہ قصہ یاد آگیا اور میں اپنے بیٹے نواز کو سنانے لگا۔ میں جب اسکول میں پڑھتا تھا تب اسکول میں کھیل کود، انعامی تقریری مقابلے، ڈرامے ہوا کرتے تھے۔ نواز بیٹے تمھاری طرح میرے بھی تین سب سے عزیز دوست تھے نواز بول اٹھا کہیں وہ ہمارے گھر پر آنے والے شاہد چچا، واجد چچا، اور ماجد چچا تو نہیں؟ ہاں میرے بیٹے میں ان کی ہی بات کر رہا ہوں۔ اس دن کو میں نہیں بھول سکتا کیونکہ ہمارے اسکول میں بھی یوم والدین پروگرام رکھا گیا تھا۔ نواز بیٹے تمھاری عمر میں ہم بھی اسی طرح الجھ کر رہ گئے۔ ہمیں کیا کرنا ہے؟ تب ہمارے استاد ناظم علی سر نے ہمیں بتایا کہ اس دن آپ کو اپنے والدین کی اہمیت بتانی ہیں وہ آپ کی زندگی کی سب سے بڑی نعمت اور رحمت ہیں پھر آپ کو یہ بتانا ہے کہ آپ کے والدین آپ کے لیے کیا کچھ قربانیاں دیتے ہیں۔ میرے بیٹے نواز مجھے تو آسانی سے سمجھ میں آگیا۔ تمھارے شاہد چچا رونے لگے۔ استاد نے پوچھا شاہد تم کیوں رو رہے ہو؟ کیا تم کو تمھارے والدین پیارے نہیں ہیں؟ شاہد چچا نے اس وقت کہا نہیں مجھے میرے والدین اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ ناظم علی سر نے پوچھا تو پھر تم کیوں رو رہے ہو؟ تمھارے شاہد چچا نے کہا 'میری والدہ فوت ہو چکی ہیں' اور آپ والدین کی بات کر رہے ہیں۔ ناظم علی سر نے شاہد چچا کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا بیٹے والدین' والدین ہی ہوتے ہیں یہ اور بات ہے کہ والدین میں سے کسی ایک کے چلے جانے پر افسوس ہوتا ہے مگر وہ اپنے بچوں کے لیے ہمیشہ زندہ ہیں وہ ہر وقت اپنے بچوں کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ناظم علی سر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس وقت ان کی حالت تمھارے شاہد چچا جیسی ہی ہوگئی تھی۔ والدین جب تک ہماری زندگی میں ہیں ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ نواز نے اپنے پاپا سے پھر پوچھا، پھر کیا ہوا؟ میں نے اپنے بیٹے سے کہا پھر کیا ہونا تھا ابھی شاہد چچا تمھارے چپ ہوئے ہی تھے کہ تمھارے ماجد چچا نے نیچے منہ کر کے رونا شروع کیا۔ نواز نے پوچھ لیا پاپا... پاپا آخر ''ماجد چچا کیوں رو رہے تھے''

میں نواز سے کچھ کہتا اتنے میں خود میرا دوست ماجد ہی آگیا۔

''نواز نے کہا 'ارے ماجد چچا' آپ!

تبھی ماجد نے کہا میرے نواز پیارے بھتیجے' کیا میں آنہیں سکتا؟'

نواز نے کہا' ماجد چچا آپ کو پتہ ہے کہ ابھی ابھی پاپا مجھے یوم والدین کا قصہ سنارہے تھے۔

ماجد چچا نے کہا نواز تمھارے پاپا نے تمھیں کہاں تک بتایا؟

نواز نے فوراً کہا وہ آپ کے بارے میں بتا رہے تھے کہ جب آپ نیچے منہ کر کے رونے لگے تھے،'تبھی ماجد چچا نے مجھ سے کہا اس کے آگے میں بتاتا ہوں۔'' ماجد چچا کہنے لگے میری صورت اتری دیکھ اور مجھے روتے دیکھ ناظم علی سر نے پوچھ لیا۔''اب ماجد تمھیں کیا ہوا؟ میں نے کہا سر آپ نے ہی تو کہا تھا کہ اپنے والدین کی اہمیت بتاؤ اور'' اپنے والدین کا قصہ سناؤ''۔ میرے ماں باپ الگ ہو چکے ہیں جب ساتھ تھے تب ان میں لڑائی جھگڑا اس قدر ہوتا تھا کہ بس وہ میرے والدین نہ ہو کر جھگڑالو انسان بن کر رہ گئے تھے۔۔ میں ایک مہینہ اپنی ماما کے پاس تو ایک مہینہ پاپا کے پاس رہتا ہوں۔ ناظم علی سر نے پوچھ لیا کہ آخر وہ کس بات پر جھگڑتے تھے مجھے اس بات کا علم اب ہوا جب میں خود اپنے ماما پاپا کے مقام کو پہنچا۔

نواز بیٹے نے پوچھا پھر آپ نے بتایا نہیں آگے کیا ہوا؟

'' نواز بیٹے سر نے مجھے بتایا کہ تم اپنے ماما پاپا سے یہ بات ضرور کہنا کہ 'ناظم علی سر نے آپ کو خصوصاً اس پروگرام میں بلایا ہے۔

پھر کیا ہوا ماجد چچا؟

نواز بیٹے اس دن کو ہم زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتے ''پروگرام میں اسکول کے تمام بچوں کے ساتھ ان کے والدین کو بھی بلوایا گیا۔نواز نے پوچھ لیا کہ ماجد چچا کیا آپ کے والدین بھی اس پروگرام میں آئے تھے؟ ماجد چچا نے کہا ہاں لیکن دونوں الگ الگ بیٹھے تھے دونوں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں یہی ایک وجہ تھی کہ وہ دونوں اس پروگرام میں شامل ہوئے تھے۔

نواز نے مجھ سے پوچھا پاپا... پاپا کیا دادا اور دادی آپ کے پروگرام میں شامل ہوئے تھے؟ میں نے کہا ہاں بیٹے نواز۔

پروگرام کے بارے میں بتاتے ہوئے ناظم علی سر نے کہا ''اس یوم والدین پروگرام میں آپ سبھی کا خیر مقدم ہے'' آپ سب سے ہی اس پروگرام کی اہمیت اور بھی زیادہ نکھر کر آئی ہے۔ میں اپنے ہونہار طالب علموں سے گزارش کروں گا کہ وہ سب سے پہلے حمد و نعت سنائیں۔''

''بچوں نے اس وقت بہت ہی پیاری حمد و نعت پڑھی تھی۔''اس کے بعد اقبال کی نظم بچوں کی دعا ''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری۔ زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری''

سارا منظر اس وقت خوبصورت بن چکا تھا پھر کیا ہوا ماجد چچا؟

اس کے بعد ناظم علی سر نے اپنے اسکول کے طالب علموں کو ایک ڈرامہ پیش کرنے کو کہا'' نواز نے پوچھا پاپا... پاپا... آپ نے بھی اس ڈرامہ میں رول کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں بیٹے مگر ناظم علی سر نے اس پروگرام کے چند روز قبل ہی ہم سے یوم والدین پر مضمون لکھوایا تھا۔شاہد چچا اور تیرے ماجد چچا نے دل کھول کر اپنے جذبات اس میں بیان فرمائیں تھے۔نواز نے پوچھ لیا کہ تو کیا پاپا آپ نے کچھ بھی نہیں لکھا؟ میں نے لکھا'' دنیا کی بہترین نعمت والدین ہیں جنہوں نے ہمیں بولنا سکھایا، ہر کام کو کرنا سکھایا، مشکلوں سے لڑنا سکھایا اور صبر سے کام لینا سکھایا۔ مجھے یاد ہے جب میں سیٹرھیوں سے گر گیا تھا تب نواز بیٹے آپ کے دادا اور دادی یعنی میرے ممی پاپا نے جو مجھے حوصلہ دیا میری تیمار داری کی، میں بتا نہیں سکتا کہ اگر وہ

اس وقت نہ ہوتے تو میں آج بہتر زندگی نہیں گزار پاتا۔تبھی ماجد چچا نے کہا اس پروگرام میں ایسا کرشمہ ہوا کہ اس پروگرام کے بعد میرے والدین ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے۔نواز پوچھ بیٹھا وہ کرشمہ کیسے ہوا؟

ناظم علی سر نے جو ڈرامہ کروایا، اس میں ایک منظر یہ بھی تھا کہ والدین لڑائی جھگڑا کرتے کرتے الگ ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ بات ان کے بچوں پر گہرائی سے اثر کر جاتی ہے یہاں تک کہ وہ دماغی مریض بن جاتا ہے۔اپنے بیٹے کی دن بہ دن بگڑتی حالت دیکھ کر دونوں کے دل پگھل جاتے ہیں اور جو کبھی الگ الگ رہنے کا ارادہ کرتے تھے اب وہ اس بچے سے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتے ہیں اور لڑائی جھگڑا نہیں کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ماجد چچا نے کہا اس یوم والدین کے پروگرام میں جہاں خوشیاں بکھیرتے بچے اور والدین کے چہرے مسکراہٹوں سے بھر گئے تھے وہیں بہت سے والدین جو کبھی علیحدہ رہنے کا ارادہ کرتے تھے اب وہ اپنے بچوں کی خاطر ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکے تھے۔اس پروگرام کے آخر میں بچوں نے والدین کے تعلق سے اظہار خیال کیا کسی نے کہا میرے والدین مجھے اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے ہیں، تو کسی نے کہا وہ ہماری ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں فلاں نے کہا والدین دینا کی قیمتی نعمت ہیں، اتنے میں نواز نے کہا ماجد چچا آپ نے کیا کہا میں نے کہا کہ والدین چشمۂ محبت ہیں جس کا پانی شہد سے بھی میٹھا ہے پاپا۔۔پاپا آپ نے کیا کہا؟ میں نے کہا دنیا کی تمام نعمتوں میں خدا کی سب سے بڑی اور اچھی نعمت والدین ہیں یہ نعمت زندگی میں ایک بار ہی ملتی ہے اور ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اس نعمت کو سر آنکھوں پر رکھے۔ان کا کبھی دل نہ دکھائے۔ان سے زندگی کا سبق سیکھے۔یہ دنیا کا سب سے بہترین و اعلیٰ رشتہ ہے۔اس رشتے کو اچھے سے نبھائیں۔ہر رشتے میں کوئی نہ کوئی قیمت چکائے بغیر رشتہ نہیں نبھتا مگر یہ رشتہ خالص محبت کا ہے اس میں کوئی غرض و غایت نہیں۔نواز بیٹے میں اپنے والدین سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔نواز نے کہا پاپا میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا۔'' آپ مت روئیے''۔میں جانتا ہوں نواز بیٹے آج انٹرنیٹ، میڈیا کا زمانہ ہے جہاں ہر چیز پل بھر میں بدل جاتی ہے مگر زمانے کی اس تیز رفتاری میں اس خاص رشتے کی اہمیت کو بڑھانا ہے اور یہ سب صحیح تعلیم کے ذریعے ہی آئے گا ورنہ دنیا میں پڑھے لکھے لوگ تو بہت مل جایا کریں گے مگر افضل اور اشرف انسان وہ ہے جو اپنے والدین کی قدر کرے۔ان کی خوشی کا خیال رکھے۔تمھیں یاد بھی نہیں ہوگا بیٹے نواز جب تم پیدا ہوئے تھے تب ہم نے تمھارا اپنی جان سے بھی زیادہ خیال رکھا۔تمھاری خوشی کو اپنی خوشی سمجھی، تمھاری خواہش کو اپنی خواہش مانی، یہاں تک کہ تمہاری پسند کو اپنی پسند بنالی، تمہارے رونے پر ہمارے آنسو نکل آتے، تمہارے ہنسنے پر ہمارا دل ہلکا ہو جاتا یہی نہیں جب کبھی تم بیمار پڑ جاتے تب ہمیں نہ تو دن کو چین آتا تھا اور نہ ہی راتوں کو نیند آتی۔جب تک تم پوری طرح ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک سکون نہ ملتا۔ماجد چچا نے کہا نواز بیٹے میں تمھیں بھی اپنا بچہ مانتا ہوں اس لیے کہہ رہا ہوں تمھاری طرح کی زندگی گزارنے والے بچے بہت قسمت والے ہوتے ہیں جو اپنے والدین کی زیر نگرانی پرورش پاتے ہیں مگر تم جیسے بچے ہی دنیا کو والدین کی اہمیت بتا کر ایک اچھا شہری ایک اچھا انسان ہونے کا احساس دلا سکتے ہیں۔

■

Dr. SufiyaBanu .A.Shaikh
C- Ground Floor Tajpalace
Kumbharwada-380001
Jamalpur Ahmedabad(Gujarat)
Email : shaikhsufiyabanu@gmail.com

صلہ رحمی

روشن آرا

کہانی

انڈے کھانے کا شوقین ہر کوئی ہوتا ہے۔ انڈے کی اتنی ساری ریسیپیز ہیں کہ آپ اسے کسی بھی طرح کھا سکتے ہیں۔ کسی کو ابلے ہوئے انڈے کھانے پسند ہیں تو کوئی اس کا آملیٹ کھانا پسند کرتا ہے۔ اب آملیٹ کی بھی بہت سی قسمیں ہیں؛ سادہ آملیٹ، ہاف فرائی آملیٹ، سبزیوں والا آملیٹ، مسالے دار آملیٹ وغیرہ۔ انڈوں کا سالن بھی بنتا ہے جسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اسی طرح انڈوں کے حلوے تیار ہوتے ہیں اور کیک وغیرہ میں تو انڈوں کا استعمال ناگزیر ہے۔ اسی طرح کئی قسم کی روٹیوں میں بھی انڈوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ انڈا قیمہ، انڈے کی بھجیا، چاؤمین، ایگ رول اور بھی نہ جانے کتنے طرح کے کھانوں میں انڈوں کا استعمال کسی نہ کسی طور ہوتا ہی ہے۔ جہاں تک میرا معاملہ ہے مجھے انڈے بے حد پسند ہیں اور میں اسے کسی طرح بھی کھا سکتی ہوں۔ تبھی تو اپنے فریج میں ہمیشہ انڈے رکھتی ہوں کہ جب دل چاہا تیار کرلیا۔ اس میں وقت ہی کتنا لگتا اور محنت بھی کم سے کم۔

آج میں آپ لوگوں کے ساتھ انڈے سے جڑا ایک واقعہ سنانا چاہوں گی۔ ہوا یوں کہ ایک بار میں سوئی ہوئی تھی۔ شاید اس رات میں کھانا صحیح سے نہیں کھا سکی تھی۔ آدھی رات کو بہت زوروں کی بھوک لگی۔ بھوک اور وہ بھی اتنی شدید کہ مجھے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ پھر میں اٹھ کر کچن میں کھانے کی تلاش کرنے لگی لیکن وہاں کھانا ندارد۔ ادھر پیٹ میں چوہوں کی ایک پوری ٹیم کرکٹ کھیل رہی تھی۔ بھوک سے اور بھی نڈھال ہوگئی۔ خیال آیا کہ فریج میں کچھ انڈے پڑے ہیں انھیں ہی نکال کر آملیٹ بنا لیتی ہوں، تھوڑی تو بھوک مٹے گی اور پیٹ کے یہ کرکٹ کے کھلاڑی بھی تھوڑی دیر راحت کی سانس لیں گے۔ میں نے جھٹ فریج کھول کر انڈے کی ٹرے کو باہر نکالا۔ پھر انھیں کچن کے پلیٹ فارم پر رکھ کر گیس آن کرنے لگی۔ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے ان انڈوں کے چہرے ہوں اور ان کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں جیسے مجھے التجائی نظروں سے گھور رہی ہوں۔ پھر میں نے خود کو سنبھالا یہ سوچتے ہوئے کہ یہ میرا وہم ہوسکتا ہے۔ میں نے توے کو چولھے پر چڑھا دیا۔ توا گرم ہونے کے بعد اس پر مکھن ڈال کر جیسے ہی اپنا رخ انڈوں کی طرف کیا اور ایک ہاتھ ان انڈوں کی طرف لے گئی تا کہ ایک انڈا لے سکوں، ان انڈوں میں ایسا لگا جیسے ہلچل سی مچ گئی اور وہ چیخنے لگے، وہ توے پر پکنے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھے، لیکن میری ظاہری آنکھیں یہ سب کچھ نہیں دیکھ پا رہی تھیں۔ میں نے ایک انڈے کو اٹھا لیا، اس طرح باقی کے انڈوں نے راحت کی سانس تو لی لیکن اپنے ساتھی کے ٹوٹنے کا انجام دیکھ کر ان کا بھی دل ٹوٹ گیا اور مارے افسوس کے انہوں نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں اس انڈے کو توے پر ڈال کر تلنے لگی۔ جب انڈا اچھی طرح سے تل چکا تب اسے ایک پلیٹ میں نکال کر اس کے اوپر نمک اور کالی مرچ کا چھڑکاؤ کیا وہیں پلیٹ فارم پر ہی ایک ٹول گھسیٹ کر کھانے بیٹھ گئی۔ باقی کے انڈوں نے مجھے ان کے ساتھی کو کھاتا دیکھ ماتم کیا۔ جب میں کھا کر اپنے خواب گاہ کی طرف چلی گئی تو ان لوگوں نے وہیں پر اپنے ساتھی کے لیے اظہارِ افسوس کیا اور سبھوں نے اس جانے والے کی ایک ایک خوبیوں کو گنانا شروع کردیا۔

آخر جانے والوں کا ماتم کب تک؟ جانا تو سب کو ہی ایک دن ہے۔ تمام انڈے وہیں آس پاس ہی سو گئے۔ سورج نکل چکا تھا۔ انھوں نے اٹھتے سورج کی تابناکی دیکھی اور پھر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے، پھر چپی سادھ کر وہیں

سر جھکائے بیٹھے رہے اور اپنی اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ دن نکلنے کے بعد میرا ایک لذیذ پکوان کھانے کا بڑا دل چاہ رہا تھا کیونکہ رات کی بھوک ابھی تک مٹی نہیں تھی۔

پلیٹ فارم کے اوپر ٹرے میں صرف انڈے پڑے ہوئے تھے اور کچھ تھا نہیں اس لیے انڈوں کی بہت ساری ریسیپیز میں سے ایک پسند کر کے اس کے بنانے کے ضروری لوازمات کی فہرست تیار کرنے بیٹھ گئی۔ فہرست تیار کر کے انڈوں کے ٹرے کے پاس ہی رکھ کر میں تھوڑی دیر کے لیے کچن کے باہر چلی گئی۔ ان انڈوں نے تاسف بھری نظروں سے اس پرزے کو دیکھا جس پر ضروری سامان کی فہرست لکھی ہوئی تھی اور آخر میں انڈوں کی تعداد 9 لکھا دیکھ ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابھی میں میں آئی نہیں تھی۔ ان کی نظریں دروازے پر ہی ٹکی ہوئی تھیں۔ پھر یکایک وہ تمام چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگے۔ کوئی وہیں پر رکھے ایک مگ میں چھپ گیا، کسی کو نمک کے ڈبے میں جگہ ملی۔ کچن ایک چھوٹے سے ٹیبل کلنڈر کے پیچھے تھوڑی سی جگہ تھی اور پاس ہی ایک پھل رکھا ہوا تھا، ایک انڈا اٹھا اور اس نے اس پھل کو سائیڈ کر کے کلنڈر کے پیچھے جانے کا راستہ بنانے لگا اور پھل کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا ابھی اس نے چبا ڈالا جس کے سبب وہ پھل چیختا ہوا باہر بھاگ نکلا۔ ایک انڈا پاس ہی میں سجاوٹ کے لیے رکھے ایک منی پودے کے پتوں کے پیچھے چھپ گیا اور باقی تمام ادھر ادھر جہاں بھی جگہ پا سکے چھپ گئے۔ میں نے کچن میں آ کر گیس آن کی، کڑھائی چڑھائی، تھوڑا تیل انڈیل کر شملہ مرچ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگی اور ٹماٹر کے بھی۔ پھر انھیں اچھے سے بھون کر تیار کر لیا۔ اب انڈوں کی ضرورت تھی۔ گیس کا فلیم کم کر کے میں نے انڈوں کی تلاش شروع کر دی۔ فریج میں دیکھا، پھر ٹرے پر نظر گئی جو کہ خالی پڑا ہوا تھا۔ چاروناچار گیس آف کر کے میں مارکیٹ کی طرف چلی گئی اور پھر دوبارہ سے اپنے مطلوبہ انڈوں کے ساتھ واپس آئی۔ ایک ایک کر کے تمام انڈوں کو توڑ کر گیس جلا کر توے پر انڈیل دیا اور پھر اوپر سے بھنی ہوئی سبزیوں کو سجا کر چولھا بند کر کے ایک پلیٹ میں اسے نکال لیا۔ اب اس تیار سالن کا تھوڑا سا حصہ اٹھا کر جیسے ہی میں منہ میں ڈالنے والی تھی کہ منی کے پودے کے پتوں کے پیچھے سے مجھے ٹکر ٹکر دیکھتی ہوئی دو ننھی ننھی آنکھیں دکھیں۔ میں نے کھانا روک کر پتوں کو ہٹا کر دیکھا تو ان کے پیچھے ایک انڈا اپنی آنکھوں میں آنسو لائے مجھے تکے جا رہا تھا۔ مجھے بے حد افسوس ہوا۔ اب ایک ایک کر کے باقی کے چھپے ہوئے تمام انڈے سامنے آ گئے۔ اس وقت مجھے ان کی حالت پر بے حد ترس آ رہا تھا۔ مجھے ان کی دل جوئی بھی کرنی تھی اور اپنے پیٹ کی آگ کو بھی ٹھنڈا کرنا تھا۔ پھر میں نے کچھ کیلے لئے، ان کا چھلکا اتار کر ان کے ٹکڑے کر کے مکسی جار میں پیس کر ان کا پیسٹ تیاری کیا۔ اس میں تھوڑا شہد ملا کر ایک پاؤچ میں بھر کر پلیٹ میں آملیٹ کی طرح پھیلا دیا۔ اس کے بعد ان کے درمیان میں ٹماٹر کا ایک گول ٹکڑا کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر اس کیلے کے آملیٹ کو چاروں طرف سے کیلے کے گول گول ٹکڑوں سے سجا دیا۔ یہ دیکھ کر تمام انڈوں کے چہروں پر ہنسی آ گئی اور وہ اپنی جگہ پر اچھلنے لگے۔ دماغ میں اچھلنے کودنے کی آواز گونجنے لگی اور پھر اچانک میری آنکھ کھلی اور دیکھتی ہوں کہ دن چڑھ چکا ہے اور میرا ننھا بیٹا اپنی چچا زاد بہن کے ساتھ بستر پر اچھل کود میں مشغول ہے اور اودھم مچائے جا رہا ہے۔ میں غنودگی کے عالم میں سر کھجاتے ہوئے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

■

Dr. Roshan Ara
Gopi Nath Pur
Purulia-722137, (West Bengal)

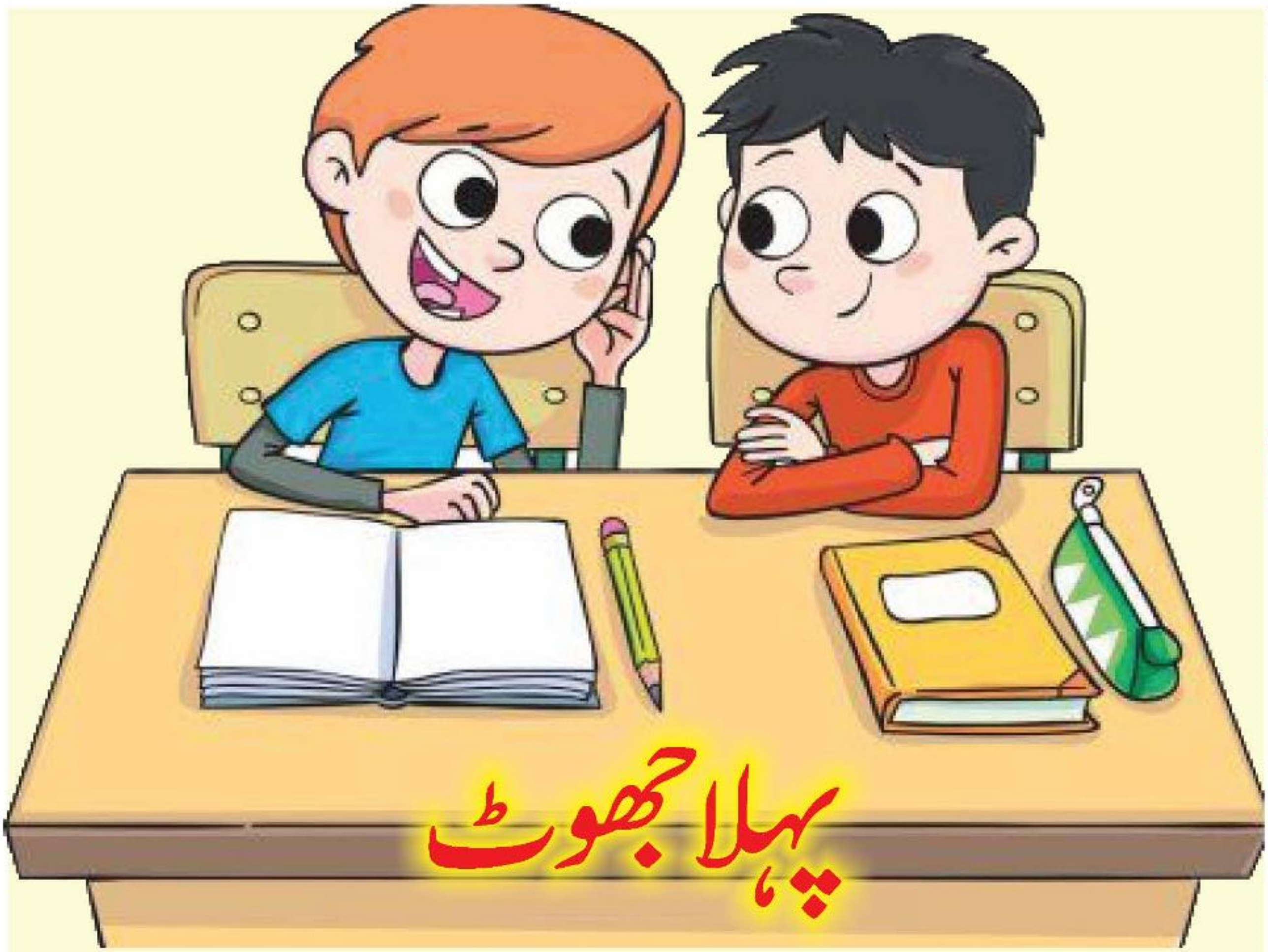

پہلا جھوٹ

جھوٹ چاہے ادنیٰ ہو، یا عظیم۔ جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ دل رنج وغم میں تب مبتلا ہو جاتا ہے جب وہ انسان جھوٹ بولتا ہے جس سے توقع نہ ہو کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ دانیال ایسا ہی نیک اور شریف بچہ تھا۔ فرماں بردار گیارہ برس کا دانیال اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں کہتا تھا۔ برے کاموں سے پرہیز لوگوں کی مدد اور برے لوگوں سے دوری بنائے رکھنا اس کی عادتوں میں شمار تھا۔ دانیال کے والدین اسے اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے تھے مگر وہ مجبور تھے، اپنی مفلسی اور غریبی کے سبب وہ دانیال کو عام اسکول میں پڑھا رہے تھے۔ البتہ دانیال کو اس عام سے اسکول میں پڑھنے سے کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ اس کی سوچ اپنے والدین کی سوچ سے بالکل برعکس تھی۔ اس کا خیال تھا کہ طالب علم اگر ذہین ہو تو وہ کہیں بھی تعلیم حاصل کرسکتا ہے۔ رب العالمین نے اسے دانا و دانشمندی و بھرپور ذہانت سے نوازا تھا۔ حسب معمول وہ اسکول آج بھی گیا۔ دانیال کم گو بھی تھا۔ جماعت میں اس کا کوئی خاص دوست بھی نہیں تھا۔ سارے بچے پڑھائی کم اور وقت گزاری زیادہ کرتے۔ اسی لیے دانیال ان لوگوں سے زیادہ بات نہیں کرتا مگر اس کے جماعت کے چند شریر وشیطان لڑکے ہمیشہ اسے اپنے جیسا شریر اور نکما بنانا چاہتے تھے۔ وہ اکثر دانیال کو بگاڑنے کی جی توڑ کوشش کرتے۔ کبھی اسے اسکول ناغہ کر کے باہر گھومنے، سیر وتفریح کرنے کا مشورہ دیتے، کبھی اس کا دھیان پڑھائی سے ہٹانے کی کوشش کرتے مگر ہر دفعہ ناکام ہو جاتے۔ ایک دن دانیال کے جماعت کے ان ہی شریر بچوں نے ایک منصوبہ بنایا کہ آج دانیال کا پڑھائی سے تعلق توڑ

کر ہی دم لیں گے۔ وہ چار لڑکے تھے اور جب دانیال اسکول ختم ہونے کے بعد گھر جا رہا تھا اس وقت وہ اسے راستے میں روک کر بات کرنے لگے ''دانیال تمھاری امتحان کی تیاری تو مکمل ہو بھی چکی اب تو ہمارے ساتھ سیر کے لیے چلو۔ بہت مزہ آئے گا۔ ہم سب بہت گھومیں گے مزے کریں گے۔ کیا کہتے ہو؟''

دانیال ان لوگوں کو حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر اپنے چہرے کے تاثرات درست کر کے اس نے کہا ''دیکھو بھلے ہی میری تیاری مکمل ہو چکی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں پڑھائی سے بے نیازی برتوں اور سیر سپاٹے کرتا پھروں۔ تم سب کو بھی اپنی پڑھائی پر دھیان دینا چاہیے۔'' اس کی باتیں سن کر وہ لوگ عاجز آ گئے اور ان میں سے ایک لڑکا کہنے لگا ''ارے کیا ہر بار پڑھائی پڑھائی کر رہے ہو۔ انسان کو اس پڑھائی اور اسکول کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہوتی ہیں کرنے کے لیے۔ اب دیکھو تم ایک بھی دن اسکول ناغہ نہیں کرتے، وقت پر پڑھائی اور ہوم ورک بھی کرتے ہو۔ ایک دن گھومنے چلو گے تو کون سا تمھاری پڑھائی پر برا اثر پڑے گا۔''

دانیال خاموشی سے ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا ان لڑکوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی دانیال کو منانے کے لیے۔ دانیال کے ذہن پر ان نااہل لڑکوں کی باتیں اثر کرنے لگیں و آہستہ آہستہ ان کے بہکاوے میں آ گیا اور اسکول ناغہ کر کے ان کے ساتھ تفریح کرنے کے لیے راضی ہو گیا اور اگلے دن وہ اپنے والدین سے پہلی دفعہ جھوٹ کہنے والا تھا۔ وہ روز کی مانند اسکول کے لیے تیار ہوا اور اپنی امی سے کہا:

''امی میں اسکول جا رہا ہوں اور اسکول سے آتے ہوئے تھوڑی دیر ہو جائے گی'' اس کی امی نے وجہ پوچھی۔

''کیوں آج دیر کیوں ہو گئی؟'' امی کے سوال پر وہ تھوڑا ہچکا اور کہا ''امی آج ہمارے استاد آدھا ایک گھنٹہ مزید پڑھائیں گے امتحان آنے والے ہیں نا تو تیاری کروا رہے ہیں اسکول میں۔''

یہ جھوٹ کہتے ہوئے دانیال کے دل میں عجیب سی الجھن پڑ گئی۔ آج اس نے اپنی زندگی کا پہلا جھوٹ کہا تھا جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اسے یاد نہیں کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا ہوگا۔ اس کے والدین نے اسے جھوٹ اور ناحق باتوں سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی تھی۔ پر وہ اپنے جماعت کے لڑکوں کے بہکاوے کا بری طرح شکار ہو گیا۔ اپنی امی سے جھوٹ کہتے ہوئے اسے عجیب تو ضرور لگا مگر اس کے اندر اس کے جماعت کے لڑکوں کی کہی ہوئی باتیں گونجنے لگیں اور اس نے سوچا کہ آج تک پڑھائی اور اسکول سے دور نہیں ہوا۔ ایک دن گھومنے جاؤں گا تو کیا ہو جائے گا۔ اور بس اس نے یہی جھوٹ اپنے ابو سے بھی کہا اور چلا گیا۔ اس کے والدین نے اس کی باتوں پر بھروسہ کیا۔ دانیال اسکول کے بجائے سیدھے اپنے جماعت کے لڑکوں سے ملنے گیا اور وہ سب مل کر شہر بھر میں سیر کرنے گئے۔ دانیال کو بھی مزہ آنے لگا۔ وہ لوگ کل ملا کر پانچ تھے کافی دیر گزرنے کے بعد وہ لوگ غفلت میں شہر کے سب سے سنسان اور خطرناک علاقے میں آ گئے۔ وہاں ان بچوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ سارے بچے ڈرنے لگے۔ ایک بچہ کہنے لگا ''یہ ہم کس جگہ پر آ گئے۔ کتنا سنسان علاقہ ہے یہ۔ دانیال گھبرا کر بولا ''ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یہ جگہ ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' دانیال نے اتنا کہا ہی تھا کہ اگلے پل وہاں دو لوگ آئے اور بچوں کو تنہا پا کر کان میں ایک دوسرے سے کچھ کہنے لگے۔ دانیال اور باقی سب ان دونوں کو دیکھ کر جان گئے کہ وہ دونوں ٹھیک انسان نہیں ہیں اور اسی وقت وہ دو آدمی بچوں کی جانب بڑھنے لگے۔ سارے

بچوں نے شور مچا کر بھاگنا شروع کر دیا مگر دانیال ان کی گرفت میں آ گیا۔ ان بچوں نے طے کیا کہ کسی سے اس واقعے کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ ڈرے ہوئے تھے کہ دانیال ان لوگوں کی پکڑ میں آ گیا۔ وہ سب گھر واپس آ گئے۔ جب دن ڈھلنے لگا تب دانیال کے والدین فکر مند ہوئے۔ اس کے ابو نے اسے بہت تلاشا اسکول کے کچھ دوسرے بچوں سے پتہ چلا کہ دانیال اسکول آیا ہی نہیں۔ دانیال کے ابو کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ دانیال کو گم ہوئے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس کے ابو نے پولیس اسٹیشن میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ بھی درج کروائی اور پولیس نے سب سے پہلے اسکول میں پوچھ گچھ کی اور ڈر کے مارے ان لڑکوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا کہ وہ دانیال ان کے ساتھ تھا اور کوئی اسے پکڑ کر لے گیا۔ دانیال کے والدین کا رو رو کر برا حال تھا۔ انھیں بالکل یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ان کی فرماں بردار اولاد نے ان سے جھوٹ کہا اور اب وہ ان سے دور ہو چکا تھا۔ پولیس نے اندازہ لگایا کہ اب تک دانیال کو پکڑنے والوں نے فون کر کے کوئی رقم کی مانگ نہیں کی اس کا مطلب یہ کسی دشمن کا کام ہو سکتا ہے یا پھر کوئی اور ہی بات ہے۔ دوسری طرف دانیال جب بے ہوشی سے بیدار ہوا تو سب کچھ یاد کر کے رونے لگا کہ اس نے جھوٹ کہا اور اب اس جھوٹ کی بدولت وہ اپنے والدین سے دور تھا۔ ان دو آدمیوں نے دانیال کو دور کسی شہر میں لے جا کر کسی رئیس و مالدار انسان کو بیچ کر موٹی رقم حاصل کی۔ اس رئیس انسان نے اسے تاعمر اپنا ملازم بنا لیا۔ دانیال بے حد رویا اور اس اس سے بہت گزارش کی کہ وہ اسے جانے دیں مگر وہ بے حد گرم مزاج اور غصے والا تھا اس نے دانیال سے کہا:

''میں نے تمھیں خریدا ہے اور اب تم میرے ملازم ہو، وہ بھی تاعمر؟ تم اب سے اسی بنگلے میں کام کرو گے تمھاری دنیا اسی بنگلے کے اندر ہے۔ دو وقت کا کھانا ملے گا وہ بھی کام کرنے کے بعد'' وہ آدمی اپنے زہریلے لہجے میں کہہ کر چلا گیا۔ وہاں دوسرے اور بھی ملازم تھے مگر وہ سب تنخواہ لے کر کام کرتے تھے۔ دانیال روتے ہوئے اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ کیوں اس نے اپنے والدین سے جھوٹ بولا۔ دوسرے ملازموں نے اسے کام سمجھایا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کام کرنا پڑا۔ گھر کے زیادہ تر ملازم تو صفائی کا کام ہی کرتے بقیہ ملازم دوسرے کاموں کے لیے تھے۔ دانیال بھی صفائی کا کام کرتا۔ روزانہ رات کو وہ اپنے والدین کو یاد کر کے رونے لگتا اور پروردگار سے ہر وقت یہی دعا کرتا کہ وہ کسی بھی طرح اپنے امی ابو سے مل جائے۔ ایک رات دانیال اکیلے بیٹھا رو رہا تھا تبھی ایک ادھیڑ عمر ملازم جس کا نام ارشد تھا اسے دیکھ کر اس کے قریب آیا اور رونے کی وجہ پوچھی:

''دانیال کیا ہوا بیٹا کیوں رو رہے ہو۔''

وہ اپنے آنسو صاف کرنے لگا اور پھر اپنے ساتھ ہوئے حادثے کو بیان کیا۔ ارشد وہ سب سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اسے دلاسا دینے لگا۔

''فکر مت کرو بیٹا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ابھی تمھیں یہاں سے چھڑا کر لے جاتا پر کیا کروں؟ صاحب میری بات نہیں مانیں گے وہ بہت ہی غصے والے انسان ہیں۔ پھر بھی میں پوری کوشش کروں گا کہ تمھیں تمھارے والدین سے ملا سکوں۔''

یہ سنتے ہی دانیال کے چہرے پر مسرت و شادمانی کے رنگ آ گئے۔

''سچ میں؟ آپ مجھے میرے امی ابو کے پاس لے کر جائیں گے؟''

اس کی خوشی دیکھ کر ارشد نے کہا:

''میں پوری کوشش کروں گا۔ دعا کرو کہ مجھے صحیح موقع جلد ہی میسر ہو۔'' دانیال نے اثبات میں سر ہلایا اور دن ایسے ہی گزرنے لگے۔ دانیال کے امی ابو کی ہمت ٹوٹنے کو تھی۔ پولیس بھی ناکام ہو چکی تھی۔ دانیال کے والدین اپنے اکلوتے بیٹے کو کھو دینے کے غم میں نڈھال ہو چکے تھے۔ تب ہی ارشد کو ایک دن بہت ہی اچھا موقع دستیاب ہوا۔ رات کے دو بجے ارشد نے سوئے ہوئے دانیال کو جگایا۔ وہ اتنی رات کو ارشد کو دیکھ کر گھبرا گیا ''آپ اتنے رات کو یہاں؟'' ارشد نے دانیال کو دھیمی آواز میں بولنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی آہستہ سے کہا:

''دانیال جلدی اٹھو، ہمیں چلنا ہوگا'' ارشد کی بات سن کر دانیال نے سوال کیا ''کہاں چلنا ہے؟''

''ارے بیٹا تمھارے امی ابو کے پاس۔ جلدی اٹھو اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ صاحب گھر پر نہیں ہیں وہ شہر سے باہر گئے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں تمھیں یہاں سے نکالنا آسان ہوگا'' وہ ارشد کی بات سن کر خوشی سے پھولے نہ سمایا ''سچ میں آپ مجھے ابھی میرے امی ابو کے پاس لے کر جائیں گے؟'' دانیال کے سوال پر ارشد نے اثبات کا اظہار کیا۔ ارشد بہت ہی نیک دل اور حساس انسان تھا۔ اسی لیے اس سے دانیال کا یہ حال دیکھا نہیں گیا اور موقع ملتے ہی وہ اسے بنگلے سے لے جانے کے لیے آیا۔

''جلدی کرو بیٹا ہمیں نکلنا ہوگا۔ ابھی صحیح موقع ہے۔''

دانیال اٹھ کھڑا ہوا اور وہ دونوں بنگلے کے باہر آگئے۔ بنگلے کے گیٹ کے پاس چوکیدار سو رہا تھا۔ وہ دونوں دنگ رہ گئے کہ کتنا بے فکر چوکیدار ہے جو اپنی نوکری کی پرواہ کیے بنا اتنی مہارت سے بیٹھے بیٹھے ہی سو رہا ہے۔ اسی بات کا فائدہ اٹھا کر وہ دھیرے سے گیٹ کھول کر باہر آگئے۔ بڑی مشکل سے انھیں آٹو رکشا ملا اور وہ لوگ ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ وہاں ارشد نے دانیال سے دریافت کیا کہ وہ کس شہر کا رہنے والا ہے۔ دانیال نے اپنے شہر کا نام بتایا۔ ارشد اور دانیال ٹرین میں سوار ہوگئے اور اگلی صبح ٹرین دانیال کے شہر میں داخل ہو چکی تھی اور پھر وہ لوگ پھر سے آٹو رکشا میں بیٹھے۔ دانیال اپنے گھر کا راستہ بتاتا گیا اور آٹو رکشا اسی راستے پر چلتا رہا۔ دانیال کا گھر جیسے جیسے قریب آرہا تھا۔ اس کی خوشی بھی ویسے ویسے بڑھتی جارہی تھی اور کچھ دیر کے بعد آٹو رکشا دانیال کے گھر کے باہر رکا۔ دانیال ڈگمگاتے قدموں سے رکشا سے اترا ارشد نے رکشا کا کرایہ ادا کر کے دانیال کو دیکھا جو چھلکی ہوئی آنکھوں سے اپنے گھر کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا دانیال؟ یہ رونے کا وقت نہیں ہے۔ چلو دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ تمھارے والدین بہت خوش ہوں گے تمھیں دیکھ کر۔ مجھے پتہ ہے تمھیں لگ رہا ہوگا کہ وہ تم سے ناراض ہوں گے یا تمھیں ڈانٹیں گے۔ کوئی بھی ماں باپ اتنے بے رحم نہیں ہوسکتے جن کا بیٹا انھیں کھو کر واپس ملا ہو اور وہ اسے ڈانٹیں گے یا ناراض ہوں گے۔ جاؤ اپنے امی ابو سے ملو۔ دیکھنا وہ کتنے حوش ہوجائیں گے۔" ارشد نے حلاوت سے بھرے لہجے میں اسے سمجھایا۔ دانیال نے آنسو صاف کیے اور اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ قدرے دیر بعد دانیال کی والدہ نے دروازہ کھولا تو دانیال کو دیکھ وہ سکتے کے عالم میں تھیں۔ انھیں اپنی آنکھوں پر قدرے اعتبار نہ آیا کہ ان کے سامنے ان کا لخت جگر کھڑا تھا۔ دانیال کی امی نے اسے گلے سے لگا کر کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ وہ دانیال کو پھر پا کر خوشی سے رونے لگیں۔ اندر سے دانیال کے والد بھی آئے تو دانیال کو دیکھ کر وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ دانیال اپنے ابو کے گلے لگ کر بھی رونے لگا۔ اس کے والد روتے ہوئے اسے جی بھر کے دیکھنے لگے۔ جیسے وہ صدیوں سے نظروں سے دور تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ارشد کے بھی آنکھوں میں آنسو گئے۔ دانیال کے ابو نے دانیال کو چپ کرا کر کہا "کہاں چلے گئے تھے بیٹا۔ کتنا ڈھونڈا ہم نے تمھیں۔ تمھارے بغیر کیا حال ہوگیا تھا ہمارا۔" دانیال اپنے ابو کی بات سن کر بولا:

"مجھے معاف کریئے ابو میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا کہ اسکول جارہا ہوں۔ کوئی مجھے پکڑ کر دور لے کر چلا گیا تھا۔ یہ میرے جھوٹ بولنے کی سزا ملی ہے۔ میں نے آپ دونوں کا بھروسہ توڑا ہے۔" دانیال کے والدین نے اسے معاف کردیا اور دانیال نے ارشد کا تعارف اپنے ابو سے کروایا۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ ارشد نے کیسے اس کی مدد کی اور دانیال کے ابو نے ارشد کو شکریہ کہا۔ پھر کئی دن لگ گئے ان دو اشخاص کو ڈھونڈنے میں۔ آخر کار پولیس نے ان دو آدمیوں کو گرفتار کر ہی لیا اور اس رئیس انسان کو بھی گرفتار کیا جس نے دانیال کو خریدنے اور اسے زبردستی قید میں رکھنے کا جرم کیا تھا۔ اس حادثے نے اسے ایک سبق دے دیا کہ اس کے پہلے جھوٹ کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا۔ اب وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔

■

Nilofar Sadiya
Block No: 2/11, Classic Genral Store
Labour Colony, Nanded
Waghala - 431602 (Maharashtra)

ممبئی انڈینس نے ریکارڈ پانچویں مرتبہ جیتا انڈین پریمیر لیگ خطاب

سید پرویز قیصر

سید پرویز قیصر کا شمار کھیل کے مشہور صحافیوں میں ہوتا ہے۔ اردو، ہندی اور انگریزی میں کھیل سے متعلق ان کے مضامین ملکی اور غیر ملکی اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ 10 سے زیادہ کتابوں کے مصنف سید پرویز قیصر کھیلوں کے مقابلوں کی کوریج کے لیے 51 سے زیادہ ممالک اور ایک سو پچاس شہروں کا دورہ کر چکے ہیں۔ کھیلوں کے متعلق کتابوں اور رسائل جمع کرنے کا بے حد شوق ہے۔ بچوں کے لیے کھیل سے متعلق مضامین بھی لکھتے رہے ہیں۔

ممبئی انڈینس نے دہلی کیپٹلس کو پانچ وکٹ سے شکست دے کر پانچویں مرتبہ انڈین پریمیر لیگ کا خطاب جیتا۔ وہ پانچ مرتبہ یہ خطاب حاصل کرنے والی پہلی ٹیم ہے۔ دوبئی میں کھیلے گئے فائنل میں دہلی کیپٹلس نے پہلے بلے بازی کرتے ہوئے مقررہ 20 اوور میں سات وکٹ پر 156 رن بنائے تھے۔ ممبئی انڈینس نے 18.4 اوور میں پانچ وکٹ پر 157 رن بنا کر پانچویں مرتبہ خطاب اپنے نام کیا۔

دہلی کیپٹلس پہلی مرتبہ فائنل میں پہنچی تھی جبکہ ممبئی انڈینس نے چھٹی مرتبہ خطابی جنگ کے لیے کوالی فائی کیا تھا۔ ممبئی نے چھ میں سے پانچ مرتبہ فائنل میں کامیابی حاصل کی، ایک مرتبہ اسے شکست ہوئی ہے۔ 2010 میں ممبئی انڈینس نے پہلی مرتبہ فائنل میں داخلہ حاصل کیا تھا۔ ممبئی میں ہوئے فائنل میں اسے چنئی سپر کنگس نے 22 رن سے شکست دی تھی۔ 2013 میں ممبئی انڈینس نے کولکاتہ میں ہوئے فائنل میں چنئی سپر کنگس کو 23 رن سے ہرا کر اپنی تین سال پہلی ہار کا بدلہ لیا تھا۔

ممبئی انڈینس نے 2015 میں کولکاتہ میں ہوئے فائنل میں چنئی سپر کنگس کو 41 رن سے شکست دے کر دوسری مرتبہ چمپئین ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ 2017 میں اس نے تیسری مرتبہ خطاب پر قبضہ کیا تھا۔ اس مرتبہ حیدرآباد میں ہوئے فائنل میں اس نے رائسنگ پونہ سپر جائنٹ کو ایک رن سے شکست دی تھی۔ گذشتہ سال ممبئی انڈینس چوتھی مرتبہ انڈین پریمیر لیگ کا خطاب جیتنے والی پہلی ٹیم بنی تھی۔ اس نے حیدرآباد میں ہوئے فائنل میں چنئی سپر کنگس کو ایک رن سے ہرا کر خطاب اپنے نام کیا تھا۔

اس مرتبہ چودہ لیگ میچوں میں سے ممبئی انڈینس نے نو میں کامیابی حاصل کی۔ کوئی دوسری ٹیم لیگ میں اتنے میچ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اس نے کوالی فائڈ ایک میں دہلی کیپٹلس کو 57 رن سے شکست دے کر فائنل میں داخلہ حاصل کیا۔ دہلی کیپٹلس نے دوسرے کوالی فائر میں سن رائزرس حیدرآباد کو 17 رن سے ہرا کر فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ سن رائزرس حیدرآباد نے ایلی مینٹر میں رائل چیلنجرس بنگلور کو چھ وکٹ سے ہرا کر دوسرے کوالی فائر میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔

اس مرتبہ پہلی بار انڈین پریمیر لیگ کے سبھی میچ متحدہ

پریمیر لیگ کے 20 میچ ہوئے تھے۔ایک مرتبہ یعنی 2009 میں انڈین پریمیر لیگ کے سبھی میچ جنوبی افریقہ میں ہوئے تھے۔

اس مرتبہ 60 میچوں میں 668 وکٹوں کے نقصان پر 28.97 کی اوسط کے ساتھ 19352 رن بنے۔ یہ رن 2334.5 اوور میں 8.28 رن فی اوور کے کفایتی ریٹ کے ساتھ بنائے گئے۔ ہر میچ میں 322.53 رن بنے۔

انڈین پریمیر لیگ کے ایک ایڈیشن میں سب سے زیادہ رن 2013 میں ہوئے ٹورنامنٹ میں بنے تھے۔تب نو ٹیموں نے اس ٹورنامنٹ میں شرکت کی تھی اور کل 76 میچ کھیلے گئے تھے۔ 2013 میں 909 وکٹوں کے نقصان پر 24.79 کی اوسط کے ساتھ 22541 رن بنے تھے۔ یہ رن 2935.3 اوور میں 7.67 رن فی اوور کے کفایتی ریٹ کے ساتھ بنائے گئے تھے۔

انڈین پریمیر لیگ کے دوسرے ایڈیشن میں جو 2008 میں کھیلا گیا تھا، 57 میچوں میں 698 وکٹوں کے نقصان پر 23.18 کی اوسط کے ساتھ 16180 رن بنے تھے جو انڈین پریمیر لیگ کے ایک ٹورنامنٹ میں رنوں کی سب سے کم تعداد ہے۔ اس ٹورنامنٹ میں 2185.4 اوور میں 7.40 رن فی اوور کے کفائتی ریٹ کے ساتھ رن بنائے گئے تھے۔

کنگس الیون پنجاب کے لوکیش راہول 14 میچوں کی 14 اننگوں میں 55.83 کی اوسط اور 129.34 کے اسٹرائیک ریٹ کے ساتھ ایک سنچری اور پانچ نصف سنچریوں کی مدد سے 670 رن بنائے اور وہ سب سے زیادہ رن بنانے والے کھلاڑی ہیں۔ شیکھر دھون نے جو 17 میچ کھیلے ہیں ان کی 17 اننگوں میں 44.14 کی اوسط اور 144.73 کے اسٹرائیک ریٹ کے ساتھ دو سنچریوں اور چار نصف سنچریوں کی مدد سے 618 رن بنائے ہیں اور انہوں نے دوسرا مقام حاصل کیا۔

شیکھر دھون کے ساتھی کاگسکو ربادا نے اس مرتبہ سب سے زیادہ وکٹ لینے کا اعزاز اپنے نام کیا۔انھوں نے 17 میچوں کی 17 اننگوں میں 65.4 اوور میں 548 رن دے کر 18.26 کی اوسط اور 13.13 کے اسٹرائیک ریٹ کے ساتھ 30 کھلاڑیوں کو آوٹ کیا ہے۔انہوں نے ایک مرتبہ اننگ میں چار کھلاڑیوں کو آوٹ کیا ہے۔ممبئی انڈینس کے تیز بالر جسپریت بمراہ 27 وکٹوں کے ہمراہ دوسرے مقام پر رہے۔ انہوں نے 15 میچوں کی 15 اننگوں میں 60 اوور میں 404 رن دے کر 14.96 کی اوسط اور 13.33 کے اسٹرائیک ریٹ کے ساتھ یہ وکٹ حاصل کیے۔انھوں نے دو مرتبہ اننگ میں چار کھلاڑیوں کو آوٹ کیا ہے۔کوئی دوسرا بالر ایسا نہیں کر سکا۔

انڈین پریمیر لیگ 2020 کے ابتدائی میچوں میں کافی تیزی سے رن بن رہے تھے لیکن جیسے جیسے میچ ہوتے گئے چوکوں اور چھکوں کی تعداد میں کمی آتی گئی۔انڈین پریمیر لیگ 2020 میں گذشتہ سال کے مقابلے کم چوکے اور چھکے مارے گئے۔ اس مرتبہ 734 چھکے لگے جو گذشتہ سال کے مقابلے 50 کم ہیں۔ پچھلے سال 784 چھکے مارے گئے تھے۔ اس سے ایک سال پہلے یعنی 2018 میں 872 چھکے لگے تھے جو ایک سیزن میں چھکوں کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

گذشتہ سال کے مقابلے اس مرتبہ 72 چوکے کم مارے گئے۔اس سال 1582 چوکے مارے گئے جبکہ ایک سال پہلے یہ تعداد 1654 تھی۔ایک سیزن میں سب سے زیادہ چوکے 2013 میں مارے گئے تھے تب 76 میچوں میں 125 بلے بازوں نے 2051 چوکے مارے تھے۔

انڈین پریمیر لیگ کے موجودہ ایڈیشن میں پہلا چھکا ممبئی انڈینس کے سوربھ تیواری نے چنئی سپر کنگس کے راویندر جڈیجہ کی بال پر ابوظہی میں 19 ستمبر کو مارا تھا جبکہ ممبئی انڈینس کے

انڈین پریمیر لیگ کی فاتح ٹیمیں

سال	مقام	فاتح ٹیم	فائنل میں ہارنے والی	فرق
2008	ممبئی	راجستھان رائلز	چنئی سپر کنگس	3 وکٹ
2009	جوہانسبرگ	دکن چارجرس	رائل چیلنجرس، بنگلور	6 رن
2010	ممبئی	چنئی سپر کنگس	ممبئی انڈینس	22 رن
2011	چنئی	چنئی سپر کنگس	رائل چیلنجرس، بنگلور	58 رن
2012	چنئی	کولکاتہ نائٹ رائیڈرس	چنئی سپر کنگس	5 وکٹ
2013	کولکاتہ	ممبئی انڈینس	چنئی سپر کنگس	23 رن
2014	بنگلور	کولکاتہ نائیٹ رائیڈرس	کنگس الیون پنجاب	3 وکٹ
2015	کولکاتہ	ممبئی انڈینس	چنئی سپر کنگس	41 رن
2016	بنگلور	سن رائزرس حیدرآباد	رائل چیلنجرس، بنگلور	8 رن

خلاف ایشان کشن نے دہلی کیپٹلس کے مارکس اسٹونس کی بال پر دبئی میں 10 نومبر کو کھیلے گئے فائنل میں آخری مرتبہ بال کو باونڈری لائن سے باہر کی سیر کرائی تھی۔ اس ٹورنامنٹ کے 60 ویں میچ کی 120 ویں اننگ میں یہ 734 واں چھکا تھا۔

اس مرتبہ پہلا چوکا ممبئی انڈینس کے روہت شرما نے چنئی سپر کنگس کے دیپک چہار کی بال پر مارا۔ یہ چوکا ٹورنامنٹ کی پہلی بال پر مارا گیا تھا۔ آخری چوکا ممبئی انڈینس کے ایشان کشن نے دہلی کیپٹلس کے تیز بالرر بادا کی بال پر فائنل میں لگایا جو اس ٹورنامنٹ کے 60 ویں میچ کی 120 ویں اننگ میں یہ 1582 واں چوکا تھا۔

انڈین پریمیر لیگ کے 2020 ایڈیشن میں 78 بلے بازوں نے چھکے لگانے کا اعزاز حاصل کیا۔ سب سے زیادہ چھکے ممبئی انڈینس کے بلے بازوں نے لگائے ہیں۔ اس کے آٹھ بلے بازوں نے 16 میچوں کی 16 میں 137 چھکے لگائے ہیں۔ راجستھان رائلز کے تیرہ بلے بازوں نے 14 میچوں کی 14 اننگوں میں 105 چھکے لگائے ہیں۔ کنگس الیون پنجاب کے آٹھ بلے بازوں نے 14 میچوں کی 14 اننگوں میں 98 چھکے مارے ہیں۔ سب سے کم چھکے رائل چیلنجرس بنگلور کے بلے بازوں لگائے ہیں۔ اس کے نو بلے بازوں نے 14 میچوں کی 14 اننگوں میں 66 چھکے مارے ہیں۔

اس ٹورنامنٹ میں 99 بلے بازوں نے 1582 چوکے مارے۔ سب سے زیادہ چوکے دہلی کیپٹلس کے بلے بازوں نے مارے۔ اس کے 12 بلے بازوں نے 17 میچوں کی 17 اننگوں میں 236 چوکے لگائے۔ ممبئی انڈینس کے دس بلے بازوں نے 16 میچوں کی 16 میں 222 چوکے لگائے۔ سن رائزرس حیدرآباد کی میچ اور اننگیں تو ممبئی انڈینس کے برابر تھی مگر اس کے چوکوں کی تعداد ممبئی انڈینس سے آٹھ کم رہی۔ اس کے 14 بلے بازوں نے 213 چوکے مارے۔ سب سے کم چوکے رائل چیلنجرس بنگلور کے بلے بازوں نے لگائے۔

■

S. Pervez Qaiser
1433, Qasim Jan Street, Ballimaran
Delhi - 110006

ڈراما

نیا بجٹ

مشتاق کریمی

مشتاق کریمی محمد طاہر پٹنی اردو ہائی اسکول ضلع جلگاوں مہاراشٹر سے بہ حیثیت صدر مدرس وابستہ ہیں۔ بچوں کے معروف ادیب اور صحافی ہیں۔ بچوں کے لیے انھوں نے نظمیں، کہانیاں اور ڈرامے بھی لکھے ہیں۔ 'اپنی مٹی' بچوں کی کہانیوں پر مشتمل کتاب ہے جس کی ادبی حلقے میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔ روزنامہ اردو ٹائمز، انقلاب، ممبئی اردو نیوز، امنگ (دہلی)، بچوں کی دنیا (این سی پی یو ایل، دہلی)، گل بوٹے (مہاراشٹر)، روشن ستارے (تلنگانہ) میں ان کی شاعری اور کہانیاں چھپتی رہی ہیں۔ مشتاق کریمی مطالعہ بیداری مہم سے جڑے ہوئے ہیں جس کے تحت دیہاتوں میں جا جا کر بچوں کے درمیان مفت میں اردو کے رسالے اور بچوں کے اخبارات میں شائع گوشۂ اطفال کے صفحات تقسیم کیے جاتے ہیں۔

کردار : زید (طالب علم)، دادا جان (زید کے دادا)، فیضان (زید کا دوست)، ام ایمن اور علینہ (زید کی بہنیں)

(پردہ اٹھتا ہے)

دادا جان کتاب پڑھ رہے ہیں کہ اچانک زید نیند سے جاگ جاتا ہے۔

زید: دادا جان! میں نے آج ایک عجیب خواب دیکھا۔

دادا جان: (کتاب سے نظریں زید کی طرف پھیرتے ہوئے) اچھا بھئی ادھر رمضان شروع ہوئے، ادھر تمھیں خواب بھی نظر آنے لگے۔

زید: دادا جان میری بات کا یقین کیجیے نا۔

دادا جان: (چھیڑتے ہوئے) چلیے بھئی ہم نے یقین کر لیا۔ اب یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ آپ نے خواب

میں کیا کیا دیکھا۔خوبصورت شرٹس، نیلی، کالی، ہری گلابی، دلکش جینس، امپورٹیڈ شوز، خوبصورت گاگل... میاں! دادا نہیں ہے پاگل۔ (دادا جان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا)

زید: خواب میں ہم نے ایسا کچھ بھی نہیں دیکھا دادا جان۔ جو کچھ بھی دیکھا وہ خوش کرنے والا نہیں بلکہ دکھ دینے والا تھا۔

دادا جان: (فکرمندی کے ساتھ) زید کیا تم نی سچ مچ کوئی ڈراونا خواب دیکھا ہے؟

زید: خواب ایسا تھا جس میں کوئی اپنا بہت پریشان نظر آرہا تھا۔ وہ مجھے بڑی امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔میلی میلی کٹی پھٹی شرٹ، گالوں پر آنسوؤں کے ریلے اور الجھے الجھے بال۔ اس نے دونوں ہاتھ میری جانب پھیلا رکھے تھے۔ میں نے جوں ہی آگے بڑھ کر اسے گلے لگانے کی کوشش کی تو وہ غائب ہو گیا، دادا جان اور میری آنکھ کھل گئی۔

دادا جان (حیرت و تجسس کے ساتھ): وہ پریشان حال کون تھا بیٹے؟ کیا بتا سکتے ہو؟

زید: وہ میرا دوست فیضان تھا دادا جان! جو پاس کی جھونپڑپٹی میں رہتا ہے۔لگتا ہے وہ کسی پریشانی میں ہے۔ مجھے جلدی وہاں لے کر چلیے نا۔

دادا جان: مگر زید لاک ڈاؤن چل رہا ہے۔ہم وہاں نہیں جا سکتے۔

زید: فون تو لگا سکتے ہیں نا دادا جان، تو چلیے فون لگائیے مجھے بے چینی ہو رہی ہے۔

(زید نے اپنی بیاض سے فیضان کا فون نمبر دادا جان کو دیا۔ دادا جان نے فون لگایا۔)

فیضان: ہیلو...... جی میں فیضان بول رہا ہوں۔ السلام علیکم

دادا جان: وعلیکم السلام فیضان! میں زید کا ددو بول رہا ہوں۔ کیسے ہو تم؟

فیضان (غمگین لہجے میں): میں تو ٹھیک ہوں دادا جان مگر کچھ دنوں سے ابو بہت بیمار ہیں۔ کھانسی رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے۔

دادا جان: فکر نہ کرو بیٹے، ان شاء اللہ تمھارے ابو ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ لو زید سے بات کرو۔

فیضان: السلام علیکم

زید: وعلیکم السلام...... فیضان: زید کیسے ہو تم؟

زید: میں تو اچھا ہوں دوست مگر شاید تم ٹھیک نہیں ہو؟

فیضان: ہاں دیکھونا زید! آن کی آن میں یہ کیا ہو گیا۔ کمبخت لاک ڈاؤن کیا لگا گویا ہماری قسمت پر تالا ہی لگ گیا۔ پہلے ابو بیمار ہو گئے، پھر ان کا ٹھیلا بھی بند ہو گیا۔اب تو امی کی سلائی مشین بھی آواز نہیں کرتی۔ ہر سمت بس سناٹا ہے۔ ہاں مگر کبھی کبھی ایمبولینس کا سائرن ضرور بج اٹھتا ہے۔

زید: تم فکر نہ کرو فیضان! ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

(دوسرے دن دادا جان کمپیوٹر پر کچھ کام کر رہے ہیں بڑے ہی خوشگوار موڈ میں زید کمرے میں داخل ہوتا ہے)

زید: دادا جان آج میں نے پھر خواب دیکھا۔

دادا جان: کیا وہی خواب پھر نظر آیا؟

زید: جی نہیں دادا جان، میں نے دیکھا کہ ہم نے ماہ رمضان میں بڑی قربانی دی ہے۔

دادا جان(حیرت سے): رمضان میں قربانی!......میں کچھ سمجھا نہیں؟

زید: دادا جان میں نے دیکھا کہ ہم نے رمضان میں نہ نئے کپڑے خریدے اور نہ جوتے چپل اور تو اور ہم نے گھر خرچ بھی کم کر کے بہت بڑی رقم بچالی۔

دادا جان: اچھا تو اتنی بڑی رقم جو بچ گئی۔اس کا ہم نے کیا کیا میاں؟ (دادا جان نے مسکراتے ہوئے بھنویں اوپر چڑھالیں)

زید: وہ رقم ہم نے فیضان کے گھر خرچ اور اس کے ابو کے علاج کے لیے دے دی۔

(دادا جان اپنی کرسی سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے زید کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کا ماتھا چومتے ہیں۔)

دادا جان: میرے پیارے زید! یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔آج ہی سحری کے بعد میں نے اپنے گھر کا نیا بجٹ بنایا ہے۔ بڑی رقم بچ رہی ہے اور صرف اتنا ہی نہیں زید، میں نے اپنے دوستوں کو بھی فون کیا۔ انھیں بھی یہ بات بتائی۔سب خوشی خوشی راضی ہوگئے. بہت بڑی رقم جمع ہوجائے گی۔جس سے ہم فیضان اور اس کے آس پاس رہنے والے مسلم، غیر مسلم سبھی بھائیوں کی مدد کریں گے۔

(یہ سنتے ہی زید خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور اپنے دادا جان کے سینے سے چمٹ جاتا ہے)

زید: دادا جان، آپ کتنے اچھے ہیں۔اسی لیے تو سب آپ کو مسٹر ہمدرد کہتے ہیں۔

(دادا یہ سن کر بہت جذباتی ہوجاتے ہیں)

دادا جان: ہاں تو پھر زید صاحب اس مرتبہ عید ہم بہت سادگی سے منائیں گے۔

(اچانک ام ایمن کمرے میں داخل ہوتی ہے)

ام ایمن : دادا جان ہم نے سب کچھ سن لیا ہے۔آپ کے ساتھ ہم بھی اس نیک کام میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ یہ رہا میرا گلہ اس رقم کو بھی امداد میں شامل کرلیجیے۔

علینہ : دادا جان یہ رہی میرے انعام کی رقم اسے بھی غریبوں میں تقسیم کردیجیے۔امی نے کہا کہ ایسا کرنے سے مجھے اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام ملے گا۔

(دادا جان کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں اس سے پہلے ہی ام ایمن بول پڑتی ہے)

ام ایمن: اور ہاں دادا جان، ہم عید سادگی سے نہیں بلکہ بڑی شان سے منائیں گے۔سبھی تو ہوں گے ہمارے ساتھ امیر، غریب، بیمار، یتیم سب۔

دادا جان(روہانسی آواز کے ساتھ): اے میرے مولا تیرا کیا کرم ہے۔ان معصوم بچوں نے بھی غریبوں کا درد محسوس کرلیا ہے۔یہ درد ہم سب کا درد ہے۔پوری انسانیت کا درد ہے اور ہم سب مل کر اس درد کی دوا کریں گے۔

(دادا جان تمام بچوں کو اپنی بانہوں میں بھر لیتے ہیں۔ پردہ گرتے گرتے یہ شعر فضا میں گونجتا ہے)

سحر انسانیت کا ہے تقاضا دہر فانی میں
کسی کے کام آجائے تو اپنی زندگی دے دو

■

Mushtaque Karimi
342, Shani Peth
Jalgaon - 425001 (Maharashtra)
Mob.: 09028222348

احسان رؤف

کساح (Rickets) بچوں کا ایک خطرناک مرض

مرض کساح سے متاثر بچہ

صحت ہی زندگی ہے، یہ مہاتما گاندھی نے کہا تھا۔ کچھ اسی طرح کی بات اردو کے ایک شاعر نے بھی کہی ہے:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک　　تندرستی ہزار نعمت ہے

صحت اور تندرستی زندگی کے لیے بہت لازمی ہیں۔ ذہنی صحت کے لیے جسمانی صحت کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے اگر شروع سے ہی صحت اور تندرستی کے تعلق سے لاپرواہی کے بجائے بیداری کا رویہ اختیار کیا جائے تو انسان بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے عہد میں بچوں کی صحت ایک بڑا مسئلہ ہے، اس پر سنجیدگی سے توجہ دیے جانے کی ضرورت ہے۔ بچوں کی صحت کے تعلق سے 'بچوں کی دنیا' میں یہ کالم اس لیے شروع کیا گیا ہے تاکہ والدین کے ساتھ ساتھ بچے خود بھی اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھ سکیں۔

وٹامن ڈی ایک انوکھا وٹامن ہے جو کہ کھانے کی چیزوں (Food items) اور سورج کی روشنی (Sunlight) دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔ وٹامن ڈی آنتوں سے کیلشیم کو جذب کرتا ہے، بدن کی نشو ونما میں مدد کرتا ہے۔ جس سے بچوں میں ہڈیاں (Bones) مضبوط ہوتی ہیں اور نشو ونما (Growth) بھی اچھی ہوتی ہے۔ مچھلی، مچھلی کا تیل انڈے کی زردی وغیرہ ٹامن ڈی کے اہم ذرائع ہیں اس کے علاوہ سورج کی روشنی (Sunlight) میں بیٹھنے سے جسم کے اندر بھی وٹامن ڈی بن جاتا ہے لیکن جب بچوں کو سورج کی روشنی نہ ملے اور غذا میں بھی وٹامن ڈی نہ ملے تو بچوں کی ہڈیاں نرم، کمزور، لچکدار اور ٹیڑھی ہو جاتی ہیں جس کو Rickets یا کساح کہتے ہیں۔

اسباب (Causes)

اکثر ترقی یافتہ ممالک میں Rickets کا مرض بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے، لیکن ترقی پزیر ملک جیسے ہندوستان میں آج بھی Rickets ایک عام مرض ہے۔ ایسے بچے جو سورج کی روشنی میں نہیں بیٹھتے، صرف ماں کا دودھ پیتے ہیں اور اوپر سے وٹامن ڈی نہیں لیتے ہیں ان میں یہ مرض دیکھنے کو مل سکتا ہے۔ کیلشیم اور فاسفورس کی کمی کے نتیجے میں بھی Rickets ہو جاتا ہے کیونکہ کیلشیم اور فاسفورس ہڈی (Bone) کی نشو ونما کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ Secondary Hyperparathyroidism، مختلف قسم کے Malabsorption syndromes اور جگر کے مزمن مرض (Chronic Liver Disease) بھی کساح کے

اسباب ہیں۔

علامات ونشانیاں(Signs & Symptoms)

یہ مرض عام طور پر چھوٹے بچوں (6 مہینے سے 2 سال) میں دیکھنے کو ملتا ہے اس مرض میں بچوں کی ٹانگیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں جس کو طبی اصطلاح میں Bow legs کہتے ہیں اور گھٹنے لڑنے (Knock Knees) کی شکایت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سر کی ہڈی (Skull) میں سختی کم ہوجاتی ہے، پیشانی کی ہڈیوں میں ابھار سے معلوم ہوتے ہیں، سینہ کے سامنے کی ہڈی میں سوجن آجاتی ہے جس کو طبی اصطلاح میں Pigeon chest کہتے ہیں، کلائی چوڑی ہوجاتی ہے، ہڈی ٹوٹنے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں، ہڈی اور عضلات میں درد ہوتا ہے اور دانت بھی دیر سے نکلتے ہیں اور دانت کی ساخت ناقص و بوسیدہ ہوجاتی ہے۔ ان علامات کے علاوہ بچوں کی نشوونما بھی رک جاتی ہے۔ Nutritional Rickets جو کہ غذا میں وٹامن ڈی کی کمی سے ہوتا ہے، عام طور سے ٹیڑھے پیر اور چوڑی کلائی کی شکل میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض اوقات وٹامن ڈی کے استحالہ میں نقص (Defect in Vitamin D synthesis) کی وجہ سے چھوٹے بچوں میں تشنج (Seizures) یا کزاز (Tetany) بھی پایا جاسکتا ہے۔

تشخیص (Diagnosis)

اس مرض کی تشخیص عام طور پر مریض کے علامات، ایکسرے اور خون میں وٹامن ڈی کی مقدار دیکھ کر کی جاتی ہے۔ متاثر ہڈی کا ایکسرے کرانے پر ہڈی کے اوپری سرے (Metaphysis) میں تبدیلیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ Metaphysis کے قریب میں ہڈی کی بناوٹ میں نقص ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں ہڈی کا نچلہ حصہ چوڑا ہوجاتا ہے۔ خون میں وٹامن ڈی کی جانچ کرانے پر وٹامن ڈی کی مقدار طبعی سے کم ہوتی ہے، خون میں Alkaline Phosphate کی مقدار طبعی سے زیادہ ہوتی ہے اور کیلشیم اور فاسفیٹ کی مقدار کم ہوسکتی ہے۔

علاج: (Treatment)

بچوں کو وٹامن ڈی IU 600000 کی ایک خوراک دی جاتی ہے یا وٹامن ڈی IU 60,000 کی خوراک 10 روز تک دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وٹامن ڈی کی Maintenance خوراک IU 400-800 روز دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کیلشیم بھی دو مہینے تک دی جاتی ہے۔ اس علاج کے بعد اکثر بچے دھیرے دھیرے ٹھیک ہوجاتے ہیں اور ان کی ہڈیاں بھی اپنی طبعی حالت پر لوٹ آتی ہیں۔

تحفظ(Prevention)

دودھ پلانے والی ماں اور بچے کو تھوڑی دیر دھوپ ضرور دکھائیں اور غذا میں دودھ مکھن وغیرہ بھی دیں۔ ایسے بچے جو صرف ماں کا دودھ پیتے ہیں ان کو Vitamin D supplement بھی ڈاکٹر کے مشورے سے دیں۔ ایام حمل یا دوران رضاعت (Breast feeding) ماں کو مقوی اور حیاتین (Vitamins) سے بھرپور غذا دینی چاہیے۔

غذائی تدابیر(Dietary Recommendations)

کساحی بچوں کو اجزاء نشاستہ وشکریہ سے زیادہ حیوانی پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے جیسے زردی بیضہ مرغ، دودھ، مکھن، مچھلی کا تیل، کاڈلیور آئل وغیرہ اس کے علاوہ ان کی غذا میں کیلشیم، فاسفورس، شحم کی مناسب مقدار ہونی چاہیے۔

■

Dr. Ehsan Rauf
476/6C, Behind Madah Ganj Police Chowki
Seetapur Road
Lucknow - 226021 (UP)
Mobile.: 9984185526

ننھا شہزادہ

شارب ضیا رحمانی

'ننھا شہزادہ' مشہور فرانسیسی مصنف اینٹونی داسینٹ ایکسوپیری کی شاہکار تخلیق 'لٹل پرنس' کا ترجمہ ہے۔ جسے ڈاکٹر پرویز شہریار نے اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ پرویز شہریار کی شہرت، افسانہ نگار، شاعر اور مصنف کی حیثیت سے ہے ہی، متعدد تراجم کے ذریعے ان کا فن ترجمہ نگاری بھی نکھر کر سامنے آتا ہے۔ 'ننھا شہزادہ' کے مطالعے کے بعد اندازہ ہو جائے گا کہ اصل تصنیف کے جوہر کو مترجم نے مہارت کے ساتھ یوں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والے، اصل تصنیف کی فنی اہمیت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ زیر تبصرہ کتاب 'ننھا شہزادہ' ترجمے کی کسوٹیوں پر کھری اترتی ہے۔ 'لٹل پرنس' کا سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ این سی ای آر ٹی نے ہندی میں 'ننھا راجکمار' کے نام سے شائع کیا ہے۔ پرویز شہریار نے 'لٹل پرنس' کی عالم گیر مقبولیت کی بنیاد پر محسوس کیا کہ اگر اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو ادب اطفال میں اہم اضافہ ہوگا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

''ننھا شہزادہ بچوں کے ادب میں ایک ایسی کتاب ہے جو دنیا بھر میں مقبول عام رہی ہے۔ اس کی شہرت اور مقبولیت سے متاثر ہو کر میں نے اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے''

(ننھا شہزادہ، ص vii)

بچوں کی کتابوں کے مترجم کی ذمے داریاں دوہری ہوتی ہیں۔ اسے خیال رکھنا ہوتا ہے کہ کتاب بس بچوں کے لیے ہی ہو، ان کی اپنی زبان ہو، زبان و انداز اور روزمرہ کا استعمال

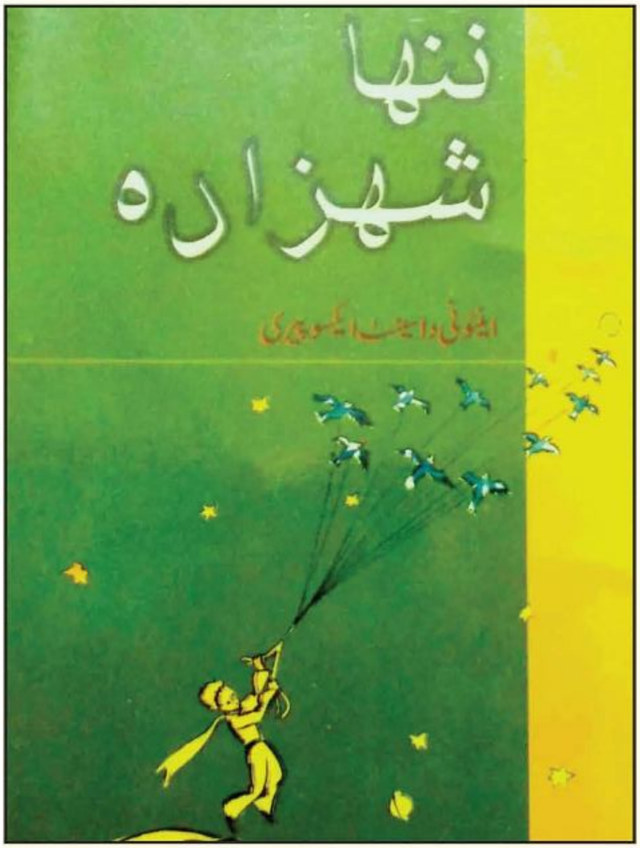

ننھا شہزادہ، مصنف: اینٹونی داسینٹ ایکسوپیری، مترجم: ڈاکٹر پرویز شہریار
صفحات: 82، قیمت: 65 روپے، سنہ اشاعت: 2010، ناشر: نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی

بچوں کے مطابق ہو، خیالات کو وہ کس حد تک سمجھ سکتے ہیں، ان کا خیال رکھا جائے، 'ننھا شہزادہ' میں ان چیزوں کی مکمل رعایت کی گئی ہے۔ تجسس بچوں کی فطرت ہے۔ وہ ہر چیز کی مکمل اور تفصیلی معلومات چاہتے ہیں۔ لوک کتھائیں اور روایتی کہانیاں ان کی پسندیدہ رہی ہیں، ان کے مزاج کا حصہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو تجسس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بارہا سوال قائم کرتے ہیں، سوال پر اصرار کرتے ہیں، اینٹونی داسینٹ کا 'ننھا شہزادہ' بھی یہی فطرت رکھتا ہے۔ وہ دوسری دنیا سے آیا ہے، 'سیانوں' کی باتیں اسے عجیب لگتی ہیں، تجسس لفظ سے ظاہر ہے، وہ سوالوں سے سوال پیدا کرتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

جب وہ پانچویں سیارے پر پہنچا تو اس نے احترام کے ساتھ روشنی جلانے والے کو آداب کہا۔

''تم نے اپنی روشنی کیوں بجھادی؟''

''آداب، ایسا حکم ہے، اس لیے''

''کیا ہے حکم''؟

''حکم یہ ہے کہ میں روشنی بجھادوں، شب بخیر۔''

اتنا کہہ کر اس نے پھر روشنی جلادی۔

ننھے شہزادے نے پوچھا کہ اس نے پھر سے روشنی کیوں جلادی؟

''ویسا ہی حکم ہے۔''

ننھے شہزادے نے کہا۔ ''میں تمھاری بات نہیں سمجھ سکا۔''

''سمجھنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حکم تو آخر حکم ہی ہے۔ صبح بخیر''۔

شہزادہ کا تجسس بڑھتا جاتا ہے، وہ مزید سوال کرتا ہے۔

''تو کیا اب حکم بدل گیا ہے؟''

روشنی جلانے والے نے کہا ''حکم نہیں بدلا، یہی تو دکھ ہے۔ ہر سال سیارہ زیادہ رفتار سے گردش کرنے لگا ہے، لیکن حکم نہیں بدلا۔''

ننھے شہزادے نے پوچھا۔ ''تو پھر.....''

شہزادے کے سوال کا سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے۔ اوپر کی سطریں یہ بتانے کے لیے پیش کی گئی ہیں کہ 'ننھا شہزادہ' میں بچوں کے مزاج کو کس قدر برتا گیا ہے، گویا مصنف نے بچہ بن کر لکھا ہے۔ بچوں کی عادت کسی چیز کو بار بار کرنے کی ہوتی ہے جب وہ اچھی لگے، چنانچہ شہزادہ بار بار تھالی بجاتا ہے۔ باتصویر کتاب بچوں کی دل چسپی کا سامان ہوتی ہے۔ 'ننھا شہزادہ' کو بھی مختلف سیاروں اور کرداروں کی تصاویر سے سجایا گیا ہے۔ ترجمے کی کسوٹی پر دیکھیں تو اصل تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ جو کامیاب ترجمے کی ضمانت ہے۔ مترجم نے بھی بچہ بن کر بچے کے لیے گویا ترجمہ نہیں کیا، بلکہ لکھا ہے۔ کہنا چاہیے کہ تخلیق کی اردو میں بازیابی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر پرویز شہریار حکومت ہند کے اہم ادارہ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (این سی ای آر ٹی) سے 1993 سے وابستہ ہیں۔ ایڈیٹنگ اور طباعت واشاعت کا طویل تجربہ رکھتے ہیں۔ این سی پی یو ایل میں پرنسپل پبلی کیشن آفیسر بھی رہ چکے ہیں۔

ادب اطفال میں آپ نے کئی جہت سے کام کیے ہیں۔ متعدد رسائل میں بچوں کی کہانیاں شائع ہوچکی ہیں۔ پاکستان کے مشہور رسالے 'پھول'، این سی پی یو ایل کے رسالے 'بچوں کی دنیا' اور دہلی اردو اکیڈمی کے 'ماہنامہ امنگ' میں کہانیاں لکھتے رہے ہیں۔ فاروق سید کے رسالے 'گل بوٹے'، تلنگانہ اردو اکیڈمی کے 'روشن ستارے'، بہار اردو اکیڈمی کے 'زبان وادب' کے گوشۂ اطفال اور مغربی بنگال اردو اکیڈمی کے بچوں کے رسالے 'ستارے' میں بھی آپ کی تخلیقات پسند کی گئی ہیں۔

بچوں کے لیے چھوٹی کہانیاں اردو کے علاوہ ہندی میں بھی آپ لکھتے رہے ہیں۔ ادب اطفال پر ڈاکٹر پرویز شہریار کی مختلف الجہات خدمات اور ترجمے کے وسیع تجربے کی روشنی میں زیر تبصرہ کتاب 'ننھا شہزادہ' کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ امید ہے کہ بچوں کے ادب میں یہ کتاب قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ اسے صرف ترجمہ نہیں، بلکہ ادب اطفال کے باب میں گراں قدر اضافہ سمجھا جانا چاہیے۔

■

Mohd Sharib Zia Rahmani
R-85, Third Floor, Near Hari Masjid
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025

اردو محاورے

حیوانی محاورے

حیوانی محاورہ اس محاورے کو کہا گیا ہے جس میں کسی حیوان کا نام آئے یا اس کے کسی خواص کی طرف اشارہ ہو، جیسے:

- اونٹ کی کوئی کل ٹھیک نہیں (عجیب بونگا آدمی)
- دُم دبا کر بھاگنا (ہار مان کر مقابلہ چھوڑ دینا)
- ہاتھوں کے توتے اڑنا (بھوچکارہ جانا، حواس پر مفاجاتی شدید اثر)
- کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال ہی بھول گیا (تقلید کے لیے اہلیت درکار ہے)
- الو بولنا (اجاڑ، سنسان ہونا)
- سونے کی چڑیا (موٹی اسامی)
- الو کی دم فاختہ (بے تکی بات)
- جوڑ پھڑکنا (لہکا کر دو آدمیوں کو لڑوانا، جیسا مرغوں کی پالی میں کرتے ہیں)
- مرغی کی ایک ٹانگ (اپنی غلطی پر زور دیے جانا)
- کان کھڑے کرنا (ہوشیار، چوکنا ہو جانا)
- بیٹھے مکھیاں مارنا (نکما وقت گزارنا)
- کسی کا پروانہ ہونا (کسی کو بہت چاہنا، از حد ایثار کے لیے بھی آتا ہے)
- دُودھیل گائے کی لاتیں بھی سہہ لی جاتی ہیں (جس سے فائدہ پہنچتا ہے اس کا جبر بھی سہہ لیتے ہیں)
- بھیگی بلی بننا یا بنانا (غریب شکل بنانا، ٹال مٹول کرنا)
- گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے (نہایت متلون مزاج ہے)
- گھی کی مکھی مارنا (نقل مطابق اصل)
- بندر بھبکی (ڈرانا)

اعضائی محاورے

وہ محاورے جن میں بدن کے کسی حصے کا نام اہمیت رکھتا ہو، جیسے:

- پیٹ کا ہلکا (رازداری کا نا اہل)
- آنکھ دکھانا (ڈانٹنا، اشارے سے جھڑکنا)
- بے سر و پا (لغو، بے تکا)
- منھ میں دانت نہ پیٹ میں آنت (نہایت بوڑھا اور ضعیف)
- پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں (آدمی آدمی میں فرق ہے)
- دانت کھٹے کرنا (ہرانا، شرمندہ کرنا)
- پیٹ سے پاؤں نکالنا (بساط سے بڑھ کر بات کرنا)
- گوشت سے ناخن جدا نہیں ہو سکتا (اپنے غیر نہیں بن سکتے)
- دماغ آسمان پر ہونا (اہنکار، اپنے تئیں بہت بڑا سمجھنا)

نباتاتی محاورے

پھلوں اور نباتات سے جو محاورے بنتے ہیں، جیسے:

- آم کے آم گٹھلیوں کے دام (لطف کے ساتھ نفع)
- سراپے کا بانس (بہت لمبا آدمی)
- بانس پر چڑھانا (تشہیر کرنا)

■

ماخذ: کیفیہ (اردو زبان کی مختصر تاریخ اور اس کی انشا اور املا وغیرہ کے متعلق ہر قسم کے ضروری اور اہم امور سے بحث)، مصنف: برج موہن دتاتریہ کیفی، سنہ اشاعت: 2019، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر و تقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر و تقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کر سکیں۔ (ادارہ)

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
زندہ ہیں وہ جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اکبرالہ آبادی

سلیقہ جن کو ہوتا ہے غمِ دوراں میں جینے کا
وہ یوں شیشے کو ہر پتھر سے ٹکرایا نہیں کرتے

نشور واحدی

جلا وہ شمع کہ آندھی جسے بجھا نہ سکے
وہ نقش بن کہ زمانہ جسے مٹا نہ سکے

شفیق جونپوری

جلانے والے جلاتے ہی ہیں چراغ آخر
یہ کیا کہا کہ ہوا تیز ہے زمانے کی

جمیل مظہری

موت کیا ہے زمانے کو سمجھاؤں کیا
اک مسافر کو رستے میں نیند آ گئی

دل لکھنوی

یہ ٹھیک ہے کہ ستاروں پہ گھوم آئے ہیں
مگر کسے ہے سلیقہ زمیں پہ چلنے کا

جاں نثار اختر

کہا کسی سے نہ میں نے ترے فسانے کو
نہ جانے کیسے خبر ہو گئی زمانے کو

قمر جلالوی

کون سی بات کہاں کیسے کہی جاتی ہے
یہ سلیقہ ہو تو ہر بات سنی جاتی ہے

وسیم بریلوی

میں تیری یاد میں رویا تو ہوں لیکن سلیقے سے
کبھی آنکھیں نہیں بھیگیں، کبھی دامن نہیں بھیگا

منور رانا

سیکھیں گے زمانے سے جینے کا سلیقہ ہم
شبنم سے نمی لیں گے پھولوں سے ہنسی لیں گے

اطہر شکیل

خوابوں کے شوق میں کہیں آنکھیں گنوا نہ دیں
ہم سو رہے ہیں نیند نہ آنے کے باوجود

نواز دیوبندی

■

ماخذ: گلدستہ در گلدستہ، مرتبین: ڈاکٹر شمیم احمد صدیقی، ڈاکٹر وسیم اقبال، سنہ اشاعت 2014، رابطہ: نسیم گنج، مدح گنج، پولیس چوکی، سیتاپور روڈ، لکھنؤ، موبائل نمبر:

ننھے فنکار

سارہ خان

وفادار بلی

سخت گرمی تھی، لو چل رہی تھی۔ چرند، پرند اور انسان سب بے حال تھے۔ سڑک کے کنارے ایک بلی کا بچہ پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ دھوپ سے کوئی رکتا نہیں تھا کہ اس بے زبان جانور کی حالت پر رحم کرے۔ ریحان اپنی کار میں ادھر سے گزرا۔ اچانک اس کی نظر بلی کے بچے پر پڑی اور گاڑی آگے بڑھ گئی لیکن ریحان نے کچھ محسوس کیا اور کار واپس پیچھے لایا۔ بلی کے بچے کی پیاس سے حالت خراب تھی۔ اس نے جلدی سے اپنی کار سے پانی کی بوتل نکالی اور اس کے اوپر تھوڑا سا پانی چھڑک دیا، جسے بلی کا بچہ مڑ مڑ کر چاٹنے لگا۔ پھر ریحان نے اپنے چلو میں پانی لے کر اس کے منھ کے سامنے کیا تو بچے نے اپنی زبان سے چاٹ چاٹ کر پانی پیا۔ ریحان نے کئی بار اپنے ہاتھ سے پانی پلایا، جب بچہ سیراب ہوا تو اپنی آنکھیں مینچ کر سر کو ترچھا کیا اور دھیمی آواز میں میاؤں کی آواز نکالی۔ گویا وہ ریحان کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔

ریحان کو بچے کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اس کو بچے پر پیار آگیا۔ پھر بلی کا بچہ ریحان کے پیروں کے درمیان میں دُم رگڑنے لگا۔ جیسے وہ ریحان کے ساتھ جانا چاہتا ہے۔ ریحان نے اس بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ تب بچے نے ریحان کے منھ کی طرف آنکھیں مینچتے ہوئے 'میاؤں' کی آواز نکالی۔ اسے یقین ہوگیا کہ یہ انسان اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

ریحان نے کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بلی کے بچے کو جیسے نئی زندگی مل گئی۔ ریحان بلی کے بچے کو لے کر جب گھر پہنچا تو اس کے بچے بلی کے بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے تالی بجانے لگے۔ تھوڑی دیر کے لیے بلی کا بچہ ڈر کر ریحان کی گود میں سمٹ گیا۔ لیکن جلد ہی اس کو اندازہ ہوگیا کہ یہ میرے دوست ہیں۔ دھیرے دھیرے وہ ان سے مانوس ہوگیا۔ ان کے ساتھ کھیلتا اور پرورش پاتا رہا۔ آخر سردی کا موسم آگیا۔ بلی کا بچہ ریحان کے بچوں کے ساتھ کھاتے پیتے اور کھیلتے اچھا خاصا بڑا ہوگیا تھا۔ آس پاس کی بلیوں سے گھل مل گیا تھا۔ کبھی کبھی گھنٹوں گھر سے غائب رہتا اور جب لوٹتا تو اس کے ساتھ چند بلے بلیاں بھی ہوتے اور اکثر بری طرح لڑتے اور شور مچاتے جس سے گھر کا ماحول کافی خراب ہوجاتا۔ کام کاج میں پریشانی ہوتی، تنگ آکر ریحان نے کہیں دور چھوڑ آنے کا فیصلہ کیا۔ جس روز بلی کو لے جانا تھا اس رات ریحان کے گھر میں تین چور گھس گئے۔ گھر کے سارے لوگ سردی کی وجہ سے رضائی میں لپٹے سو رہے تھے۔ بلی کی نظر چوروں پر پڑ گئی اور اس نے حالات کا اندازہ لگا لیا اور چپکے سے وہ باہر نکل گئی اور اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا۔ سب چپکے سے گھر میں داخل ہوگئیں۔ جب تک چور سامان سمیٹ کر جانے والے تھے۔ اچانک بلیوں نے ان پر حملہ کردیا اور خوب شور مچایا۔ اتنے میں گھر کے لوگ جاگ گئے، گھبرا کر کمروں سے باہر نکلے تو گھر کا عجیب ماحول تھا۔ لوگوں نے بھاگتے بھاگتے ایک چور کو پکڑ لیا اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہوگئے۔

شور ہنگامے میں پاس پڑوس کے لوگ جمع ہوگئے۔ لوگوں نے چور کو پولس کے حوالے کردیا۔ جب سارے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تو گھر کے لوگوں نے سامان کا جائزہ لیا تو سب سامان موجود تھا۔ سامان قرینے سے لگایا اور پھر بلی کو ڈھونڈا تو وہ ایک الماری کے پیچھے چھپی ہوئی ملی۔ ریحان نے بلی کو گود میں اٹھا لیا۔ بلی نے ریحان کے منھ کی طرف آنکھیں مینچ کر دیکھا اور میاؤں کی آواز نکالی۔ گویا وہ کہہ رہی ہو کہ مجھے گھر سے نہ بھگانا۔ ریحان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بلی کو کہیں دور چھوڑ آنے کے فیصلے کو ہمیشہ کے لیے خارج کردیا۔

■

Sara Khan
Class.: III, Milli Model School
Abul Fazal Enclave, New Delhi - 110025

ننھے فنکار

آمنہ صدیقی، درجہ ہشتم، حسن پورہ، ضلع سیوان، بہار

انسا اقبال، درجہ ہشتم، نالندہ اسکول آف لرننگ، گیا، بہار

نائلہ اظہر، درجہ ششم، جامعۃ الطیبات، طویل اعظم گڑھ، یوپی

محمد حسان محمد علیم، درجہ دوم، نا ندورہ، مہاراشٹر

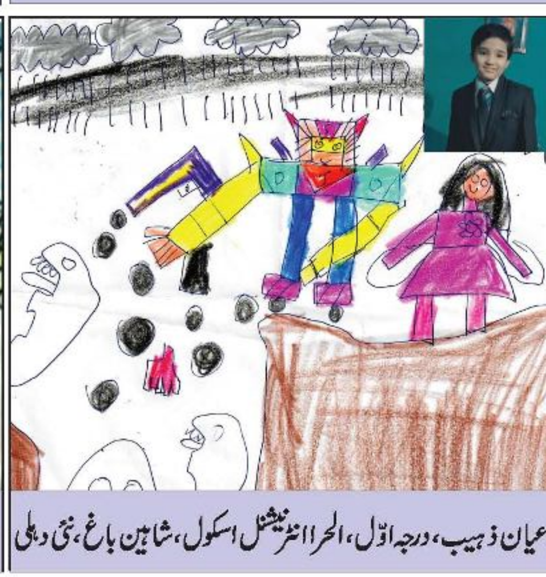

اعیان ذہیب، درجہ اوّل، الحرا انٹرنیشنل اسکول، شاہین باغ، نئی دہلی

سید محتسب خضر قادری، درجہ پنجم، برہانی نیشنل اردو پرائمری اسکول، اورنگ آباد، مہاراشٹر

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا
دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, March 2021 Vol. 09, Issue: 03
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/02/2021
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

صفحات:112، قیمت:25 روپے

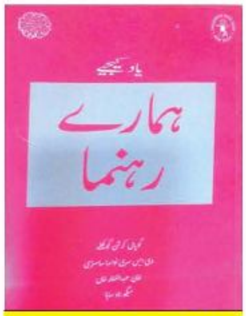

صفحات:106، قیمت:35 روپے

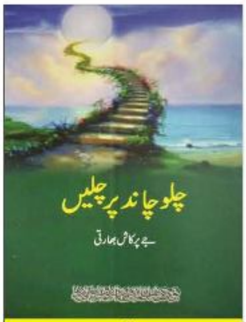

صفحات:48، قیمت:16 روپے

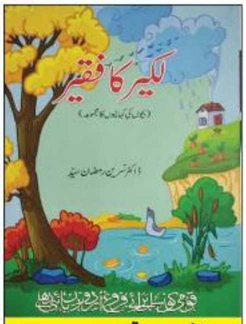

صفحات:82، قیمت:35 روپے

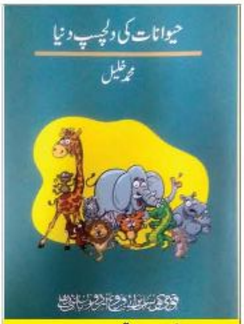

صفحات:83، قیمت:24 روپے

صفحات:61، قیمت:20 روپے

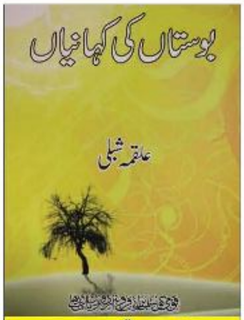

صفحات:87، قیمت:20 روپے

صفحات:61، قیمت:20 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.